رمضان



شهر القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدىً لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ

صدق اللہ العظیم

تحفۂ رمضان المبارک

محمد نجیب سنبھلی قاسمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (سورۃ البقرۃ ۱۸۵)

تم میں سے جو شخص اِس ماہ (رمضان) کو پالے تو ضرور اس کے روزے رکھے۔

تحفۂ
رمضان المبارک

محمد نجیب سنبھلی قاسمی

Mohammad Najeeb Qasmi

www.najeebqasmi.com

ناشر Publisher

فریڈم فائٹر مولانا اسماعیل سنبھلی ویلفیئر سوسائٹی، دیپا سرائے، سنبھل، مرادآباد، یوپی

Tohfa-e-
Ramazan Ul-Mubarak

By Mohammad Najeeb Sambhali Qasmi

نام کتاب: تحفۂ رمضان المبارک

مصنف: محمد نجیب سنبھلی قاسمی

پہلا ایڈیشن (تعداد اشاعت ۱۱۰۰): مئی ۲۰۱۳ء

www.najeebqasmi.com
info@najeebqasmi.com
mnajeebqasmi@gmail.com

محترم جناب سید اکرم محی الدین صاحب کے تعاون سے کتاب کا پہلا ایڈیشن مفت تقسیم کرنے کیلئے شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس کارِ خیر کو قبول فرماکر ان کی خوش دامن مرحومہ انیس خاتون کیلئے صدقۂ جاریہ بنائے، آمین۔

Publisher ناشر

فریڈم فائٹر مولانا اسماعیل سنبھلی ویلفیئر سوسائٹی، دیپا سرائے، سنبھل، مرادآباد، یوپی

Freedom Fighter Molana Ismail Sambhali Welfare Society, Deepa Sarai, Sambhal, Moradabad, U.P.
Pin Code: 244302

کتاب مفت ملنے کا پتہ

ڈاکٹر محمد مجیب، دیپا سرائے، سنبھل، مرادآباد، یوپی، 244302

فهرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡن.

پیشِ لفظ

ماہِ رمضان اسلامی کیلنڈر کا نواں مہینہ ہے، اس ماہ کے روزے رکھنا ہر مسلمان، بالغ، عاقل، صحت مند، مقیم، مرد و عورت پر فرض ہے، جس کی ادائیگی کے ذریعہ خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اور وہی تقویٰ کی بنیاد ہے۔ اسی ماہِ مبارک میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم سماء دنیا پر نازل ہوئی، جس سے استفادہ کی بنیادی شرط بھی تقویٰ ہے۔

اس ماہ میں ایک رات ہے جس میں عبادت کرنا ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ افضل ہے۔ یہ ماہِ مبارک اللہ کی رحمت، مغفرت اور جہنم سے چھٹکارے کا مہینہ ہے۔ اس ماہ مبارک میں سرکش شیاطین قید کردئے جاتے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند کرکے جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے، ہر نیکی کا اجروثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ غرضیکہ یہ مہینہ اللہ کی عبادت، اطاعت اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور غمگساری کا مہینہ ہے۔

الحمد للہ ۱۴۰۰ سال سے امت مسلمہ دنیا کے کونے کونے میں اس ماہِ مبارک کی قدر کرتی چلی آرہی ہے، مگر چند سالوں سے اس ماہِ مبارک کے اہتمام میں کمی واقع ہوتی جارہی ہے، حتی کہ روزہ نہ رکھنے والوں کی تعداد میں ہر سال برابر اضافہ ہورہا ہے، بلکہ بڑے شہروں میں تو بعض مسلمان بھی رمضان المبارک میں کھلم کھلا کھاتے پیتے نظر آتے ہیں۔ ہمارے بچپن میں بلوغ سے قبل ہی بچوں سے کثرت سے روزے رکھوائے جاتے تھے تاکہ بالغ ہونے کے بعد ایک روزہ بھی فوت نہ ہو۔ لیکن آج عصری تعلیم کو اس قدر فوقیت واہمیت دی جارہی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو بالغ ہونے کے باوجود اس لئے روزہ نہیں رکھوایا جاتا کیونکہ ان کو اسکول جانا ہے، ہوم ورک کرنا ہے، پروجیکٹ تیار کرنا ہے،

امتحانات کی تیاری کرنی ہے وغیرہ وغیرہ یعنی دنیاوی زندگی کی تعلیم کے لئے ہر طرح کی جان ومال اور وقت کی قربانی دینا آسان ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں دشواری محسوس ہوتی ہے۔ غور فرمائیں کہ روزہ کیسا عظیم الشان عمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عمل کا دنیا میں ہی اجر بتادیا ہے کہ کس عمل پر کیا ملے گا مگر روزہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ میں خود ہی اس کا بدلہ دوں گا یا فرمایا کہ میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے اور ماہِ رمضان کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

روزہ، رمضان، تراویح، شب قدر، صدقۂ فطر، عید الفطر، شوال کے چھ روزے اور زکاۃ سے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں جو میرے مضامین مختلف اخبار، رسالے اور انٹرنیٹ پر شائع ہوچکے ہیں، ان کو ضروری حذف واضافہ کے بعد جمع کرکے ترتیب دی، مزید چند ضروری موضوعات کو شامل کرکے "تحفۂ رمضان المبارک" کے نام سے کتاب کی شکل دے کر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور ایک اہل خیر کے تعاون سے مفت تقسیم کرنے کے لئے شائع کرنے کی ہمت کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے۔

اختلافی مسائل (مثلاً تعدادِ رکعاتِ تراویح) میں حسب معمول مشہور فقیہ ومحدث حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے کو قرآن وحدیث کی روشنی میں ترجیح دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اس خدمت کو قبول فرماکر دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی عطا فرمائے اور اس کتاب کو استفادہ عامہ کے لئے قبول فرمائے۔

آخر میں ان تمام احباب کے لئے اللہ جل شانہ سے دعا کرتا ہوں جنہوں نے کتاب کی تصحیح سے لے کر کتاب کی طباعت تک کے کسی بھی مرحلہ میں تعاون فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہان کی کامیابی وکامرانی سے سرفراز فرمائے، آمین، ثم آمین۔

محمد نجیب قاسمی سنبھلی، ریاض

۱۱۔۶۔۱۴۳۴ھ = ۲۱۔۴۔۲۰۱۳ء

(Mufti) Abul Qasim Nomani
Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband



(مفتی) ابو القاسم نعمانی
مہتمم دارالعلوم دیوبند، الہند

PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222429, Fax: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref. No..........   Date:....................

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

محترم جناب مولانا محمد مجیب صاحب سنبھلی قاسمی کی تصنیف ۔ تحفۂ رمضان المبارک ۔
کا نسخہ اور فہرست مضامین دیکھا ۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہم عنوانات پر
مشتمل اس کتاب میں رمضان المبارک سے متعلق فضائل و مسائل نیز روزہ ،
عید الفطر، صدقہ فطر اور زکوٰۃ کے بارے میں بھی ضروری تفصیلات درج کی
گئی ہیں ۔ خاص طور پر تراویح کی بیس رکعات سے متعلق متعدد عنوانات کے
تحت مسئلہ کے سبھی گوشوں کا جائزہ لیا گیا ہے ۔
امید ہے کہ مصنف کی دیگر کاوشوں کی طرح یہ کتاب بھی مقبول اور مفید ہوگی
اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے ۔ اور مزید خدمات کی توفیق بخشے ۔

ابوالقاسم نعمانی
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۶/۶/۳۴ھ

تقریظ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

نحمداللہ العلی العظیم ، ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین ،

سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

محترم جناب مولانا محمد نجیب صاحب سنبھلی قاسمی کی تصنیف **"تحفۂ رمضان المبارک"** کا ٹائٹل اور فہرست مضامین دیکھا۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۴۱ عنوانات پر مشتمل اس کتاب میں رمضان المبارک سے متعلق فضائل ومسائل نیز روزہ، عید الفطر، صدقۂ فطر اور زکاۃ کے بارے میں بھی ضروری تفصیلات درج کی گئیں ہیں۔ خاص طور پر تراویح کی بیس رکعات سے متعلق متعدد عنوانات کے تحت مسئلہ کے سبھی گوشوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

امید ہے کہ مصنف کی دیگر کاوشوں کی طرح یہ کتاب بھی مقبول اور مفید ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے اور مزید خدمات کی توفیق بخشے۔

ابوالقاسم نعمانی

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۶-۶-۱۴۳۴ھ

روزہ کیا ھے؟

روزہ کو عربی میں صوم کہتے ہیں، اِس کے لفظی معنی کسی چیز سے رُک جانا اور اُس کو ترک کر دینا ہے۔ شرعی اصطلاح میں صوم (روزہ) سے مراد یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے طلوع فجر سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور جنسی ضرورت پوری کرنے سے رُکا رہے۔

نیت اصل میں دل کے ارادہ کا نام ہے، زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے، البتہ کرلیں تو بہتر ہے۔ رمضان کے شروع ہونے سے چند روز قبل رمضان کی تیاریاں کرنا ہی پورے مہینے کی نیت کے لئے کافی ہے، اگرچہ ہر روزہ کی مستقل نیت کرنا بہتر ہے۔

روزہ کی قسمیں۔ روزہ کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

۱۔ فرض مُعَیَّن: سال بھر میں ایک ماہ یعنی رمضان المبارک کے روزے ہر بالغ مرد وعورت پر فرض معین ہیں۔ اِس کا انکار کرنے والا کافر ہے اور بغیر عذر کے ترک کرنے والا فاسق اور سخت گناہ گار ہے۔

۲۔ فرض غیر معین: اگر رمضان المبارک کے روزے کسی عذر یا محض غفلت سے رہ جائیں تو اُن کی قضا رکھنا بھی فرض ہے۔ قضا کے یہ روزے فرض غیر معین ہیں یعنی جب موقع ہو مسلسل یا ناغہ کر کے رکھ لیں لیکن بہتر یہی ہے کہ جلد از جلد رکھ لیں۔

۳۔ واجب معین: کسی خاص دن یا خاص تاریخوں کے روزے رکھنے کی نذر یعنی منت ماننے سے اُس دن یا اُن تاریخوں کے روزے واجب معین ہو جاتے ہیں کہ اُن کا اُسی دن یا انہی تاریخوں میں رکھنا واجب ہے۔

۴۔ واجب غیر معین: کفارہ کے روزے اور غیر معین نذر کے روزے واجب غیر معین ہیں مثلاً کسی شخص نے کہا کہ میرا فلاں کام ہو گیا تو میں تین روزے رکھوں گا تو اس کام

کے ہونے پر اسے ۳ روزے رکھنے ہوں گے لیکن وہ یہ تین روزے کبھی بھی رکھ سکتا ہے۔

۵۔ مسنون و نفلی روزے: جن دنوں کے روزے رسول اللہ ﷺ نے رکھے ہیں یا جن کے روزے رکھنے کی ترغیب دی ہے انہیں مسنون یا نفلی روزے کہا جاتا ہے اور اِن کے رکھنے کا بڑا اجر و ثواب ہے۔

مسنون ونفلی روزے

☆ ماہ محرم اور عاشورہ کے روزے:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ماہِ رمضان کے بعد افضل ترین روزے اللہ کے مہینے ماہِ محرم الحرام کے روزے ہیں۔ (مسلم)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ جو شخص عاشورہ کے دن روزہ رکھے گا تو یہ اس کے لئے پچھلے ایک سال کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔ (مسلم)۔۔۔حضور اکرم ﷺ کی خواہش کو سامنے رکھ کر صحابہؓ کرام نے عاشورہ کے روزہ میں اِس بات کا اہتمام کیا کہ ۹ یا ۱۱ محرم کا ایک روزہ ملا کر رکھا جائے تا کہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت ختم ہو جائے۔

☆ یوم عرفہ یعنی ذی الحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ: نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: عرفہ کا روزہ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

☆ ماہِ شوال کے چھ روزے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اُس کے بعد چھ دن شوال کے روزے رکھے تو وہ ایسا ہے گویا اُس نے سال بھر روزے رکھے۔ (مسلم)

☆ ماہِ شعبان کے روزے: نبی اکرم ﷺ شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ (بخاری) آپ ﷺ کا تقریباً شعبان کا پورا ماہ روزہ میں گزرتا تھا۔

☆ ۱۵ ویں شعبان کے روزہ کے متعلق علماء کرام کے اقوال مختلف ہیں کہ اِس دن روزہ رکھنے کی کوئی خاص فضیلت ہے یا نہیں۔

☆ پیر اور جمعرات کے دن کا روزہ: رسول اللہ ﷺ خود بھی پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے تھے اور صحابہ کرام ؓ کو بھی اِس کی ترغیب دیتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ پیر اور جمعرات کو اعمال دربارِ الٰہی میں پیش کئے جاتے ہیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال اللہ کے سامنے پیش ہوں تو میں روزہ سے رہوں۔ (ترمذی)

☆ ایام بیض یعنی چاند کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کے روزے: رسول اللہ ﷺ اِن روزوں کی بڑی تاکید فرماتے تھے۔ نیز حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ یہ تین روزے اجر وثواب کے لحاظ سے پورے سال کے روزے رکھنے کے برابر ہیں۔ (مسلم)

☆ صوم داؤدی: صوم داؤدی یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار نفل روزوں میں افضل روزہ ہے۔ (مسلم)

مکروہ روزے: مندرجہ ذیل روزے مکروہ ہیں:

۱۔ صرف جمعہ یا ہفتہ کے دن روزہ رکھنا۔

(البتہ اوپر ذکر کئے گئے مسنون روزے اِن دنوں میں رکھے جاسکتے ہیں)۔

۲۔ عورت کا شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزے رکھنا۔

۳۔ شعبان کے آخری چند ایام میں روزے رکھنا۔

حرام روزے: سال بھر میں مندرجہ ذیل پانچ ایام میں روزے رکھنا حرام ہیں:

۱۔ عیدالفطر کے دن۔

۲۔ عیدالاضحیٰ کے دن۔

۳۔ ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ) کے تین دن۔

رمضان کیا ہے؟

رمضان کا مہینہ، قمری مہینوں میں نواں مہینہ ہے۔اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ رمضان رمض سے مشتق ہے اور رمض کے لغوی معنی جلا دینے کے ہیں۔ چونکہ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو گناہوں سے پاک وصاف کر دیتا ہے اس لئے اس کا نام رمضان ہوا۔

رمضان اور روزہ : اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْن﴾ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم (روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ) متقی بن جاؤ۔(سورۃ البقرۃ ۱۸۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے روزہ کی فرضیت کا حکم مسلمانوں کو ایک مثال سے دیا ہے کہ روزہ کی فرضیت صرف تمہارے ساتھ خاص نہیں بلکہ پچھلی امتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا، اس سے روزہ کی خاص اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ میں اشارہ ہے کہ تقوی کی قوت حاصل کرنے میں روزہ کا بڑا اثر ہے کیونکہ روزہ سے اپنی خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اور وہی تقوی کی بنیاد ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انسان کے ہر (نیک) عمل کا بدلہ دس گنا سے لے کر ۷۰۰ گنا تک دیا جاتا ہے لیکن روزہ کا بدلہ میں خود ہی عطا کروں گا کیونکہ وہ میرے لئے ہے۔ دوسری روایت کے مطابق میں خود ہی روزہ کا بدلہ ہوں۔انسان کھانے پینے اور جنسی شہوت سے صرف میری وجہ سے رکتا ہے۔روزہ دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں، ایک (وقتی) افطار کے وقت اور دوسری (دائمی) اللہ سے ملاقات کے وقت۔(بخاری ومسلم) غرضیکہ اس حدیث قدسی سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ روزہ کا بدلہ خود ہی عطا فرمائے گا اور اتنا بدلہ دے گا کہ اس کو شمار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

رمضان کی اہمیت وفضیلت

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رمضان المبارک کے متعلق میری امت کو خاص طور پر پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں دی گئیں: (۱) روزہ دار کے منہ کی بو (جو بھوک کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے) اللہ تعالیٰ کو مشک سے زیادہ پسند ہے۔ (۲) ان کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعائے مغفرت کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔ (۳) جنت ہر روز ان کے لئے سجائی جاتی ہے۔ (۴) اس ماہ مبارک میں سرکش شیاطین قید کردئے جاتے ہیں۔ (۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ کیا یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہی تو نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کا کام ختم ہوتے ہی اسے مزدوری دے دی جاتی ہے۔ (مسند احمد، بزار، بیہقی، ابن حبان)

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے ہر شب وروز میں جہنم کے قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کی ہر شب وروز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ (بزار، الترغیب والترہیب)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی، ایک روزہ دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی اور تیسرے مظلوم کی۔ (مسند احمد، ترمذی، صحیح ابن حبان)

☆ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہوجاؤ، ہم لوگ قریب ہوگئے۔ جب نبی ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب

تیسرے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے۔ جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوسکی، میں نے کہا آمین۔ پھر جب دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پہونچے اور وہ اسکو جنت میں داخل نہ کرا سکیں، میں نے کہا آمین۔ (بخاری، صحیح ابن حبان، مسند حاکم، ترمذی، بیہقی)

رمضان المبارک کا قرآن کریم سے خاص تعلق

قرآن کریم کو رمضان المبارک سے خاص تعلق اور گہری خصوصیت حاصل ہے۔ چنانچہ رمضان المبارک میں اس کا نازل ہونا، حضور اکرم ﷺ کا رمضان المبارک میں تلاوت قرآن کا شغل نسبتاً زیادہ رکھنا، حضرت جبرئیل علیہ السلام کا رمضان المبارک میں نبی اکرم ﷺ کو قرآن کریم کا دور کرانا، تراویح میں ختم قرآن کا مسنون ہونا، صحابۂ کرام اور بزرگان دین کا رمضان میں تلاوت کا خاص اہتمام کرنا، یہ سب امور اس خصوصیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ لہذا اس ماہ میں کثرت سے تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا چاہئے۔ تلاوت قرآن پاک کے ساتھ قرآن کریم کو علماء کرام کی صحبت میں رہ کر سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے خواہ روزانہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے واقفیت کے بعد اس پر عمل کرنا اور اس کو دوسروں تک پہونچانا ہمارے

لئے آسان ہو جائے۔ قرآن کریم کا امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہی کے بیان کے مطابق قرآن کریم سے ہر شخص کو ہدایت نہیں ملتی بلکہ سورۃ البقرۃ میں (ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ، ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ) اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ یہ کتاب ہدایت کا ذریعہ ہے متقیوں (اللہ سے ڈرنے والوں) کے لئے، یعنی قرآن کریم سے استفادہ کی بنیادی شرط تقویٰ ہے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روزوں کی فرضیت کا مقصد بتاتے ہوئے فرمایا: کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ تم پر روزے فرض کردئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

سحری کی فضیلت

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔ (طبرانی، صحیح ابن حبان) متعدد احادیث میں رات کے آخری وقت میں سحری کھانے کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ ایک دو لقمے کھانے سے بھی سحری کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ ﴿وضاحت﴾: آخری وقت میں سحری کھانا باعث برکت ہے لیکن جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں ذکر کیا گیا کہ روزہ میں کھانے پینے اور مباشرت کی جو ممانعت ہے یہ اللہ کی حدود ہیں اور ان کے قریب بھی مت جاؤ کیونکہ قریب جانے سے حد شکنی کا احتمال پیدا ہو جاتا ہے، اسی لئے روزہ کی حالت میں کلی کرنے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے جس سے پانی اندر جانے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے، نیز بیوی سے بوس و کنار مکروہ ہے کیونکہ اس سے انزال کا احتمال پیدا ہو جاتا ہے، اسی طرح سحری کھانے میں بھی احتیاط سے کام لیں کہ سحری آخری وقت میں ضرور کھائیں لیکن سحری کا وقت ختم ہونے سے ایک دو منٹ قبل سحری کھانے سے فارغ ہو جائیں۔

افطار

☆ حضرت سلمان بن عامرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ کھجور سے روزہ افطار کرے کیونکہ اسمیں برکت ہے۔ اگر کھجور نہ پائے تو پھر پانی ہی سے افطار کر لے، اس لئے کہ پانی نہایت پاکیزہ چیز ہے۔ (ترمذی)

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مغرب کی نماز سے پہلے چند تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے، اگر تر کھجوریں موجود نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں سے اور اگر خشک کھجور بھی نہ ہوتی تو چند گھونٹ پانی پی لیتے تھے۔ (ابوداود)

☆ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: روزہ دار کے لئے دو مسرتیں ہیں، ایک افطار کے وقت اور دوسرے رحمٰن یعنی مولائے حقیقی کی بارگاہ میں حاضری کے وقت۔ (بخاری و مسلم)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کو تین چیزیں پسند ہیں۔

۱) غروب آفتاب ہوتے ہی فوراً افطار کرنا۔ ۲) اخیر وقت تک سحری مؤخر کرنا۔

۳) نماز میں (بحالت قیام) ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنا۔ (طبرانی)

☆ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دین اسلام غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے اس لئے کہ یہود و نصاریٰ (افطار کرنے میں) تاخیر کرتے تھے۔ (ابوداود)

☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگ خیر یعنی بھلائی پر رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ (بخاری و مسلم)

روزہ افطار کرانے کا ثواب

☆ حضرت زید بن خالد جہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس

شخص نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو اُس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اِس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد)

☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا: جس شخص نے اس رمضان المبارک کے مہینہ میں کسی روزہ دار کو (اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصولِ ثواب کیلئے) افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور جہنم سے آزادی کا ذریعہ ہوگا۔ اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اُس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسی یا صرف پانی کے ایک گھونٹ سے کسی کا روزہ افطار کرادے۔ (بیہقی)

روزہ سے متعلق چند ضروری مسائل

☆ ایسا مریض جس کو روزہ رکھنے سے ناقابل برداشت تکلیف پہونچے یا مرض بڑھ جانے کا قوی اندیشہ ہو یا وہ شرعی مسافر ہے تو اس کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر اس کو اپنے چھوٹے ہوئے روزوں کی رمضان کے بعد دوسرے دنوں میں قضا کرنا ضروری ہے، خواہ مسلسل کرے یا متفرق طور پر۔ ☆ جو لوگ کسی وجہ سے روزہ رکھنے سے معذور ہوں، اُن کے لئے بھی ضروری ہے کہ رمضان المبارک میں کھلّم کھلاّ کھانے پینے سے بچیں اور بظاہر روزہ داروں کی طرح رہیں۔ ☆ جن لوگوں پر روزہ فرض ہے، پھر کسی وجہ سے ان کا روزہ فاسد ہو جائے تو اُن کو بھی چاہئے کہ دن کے باقی حصے میں روزہ داروں کی طرح رہیں اور کھانے پینے اور جنسی افعال سے پرہیز کریں۔

روزہ سے متعلق خواتین کے خصوصی مسائل

☆ حیض اُس خون کا نام ہے جو عورت کو عموماً ہر ماہ کم از کم ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ ۱۰ دن تک آتا ہے۔ ☆ نفاس اُس خون کا نام ہے جو عورت کو بچہ کی پیدائش کے بعد زیادہ سے زیادہ ۴۰ دن تک آتا ہے۔ ☆ اِن دَونوں حالتوں میں عورت روزہ نہیں رکھے گی، بلکہ اُس کو رمضان کے بعد اِن دَونوں حالتوں میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنی ہوگی، روزہ کا فدیہ دینا کافی نہیں ہوگا۔ ☆ نماز اور روزہ میں تھوڑا فرق یہ ہے کہ اِن دَونوں حالتوں میں عورتوں کے لئے نماز بالکل ہی معاف ہے، یعنی نماز کی کوئی قضا نہیں ہے، لیکن رمضان کے روزہ کی قضا ہے۔ ☆ اِن دونوں حالتوں میں عورت قرآن کی تلاوت بھی نہیں کرسکتی ہے، البتہ اللہ کا ذکر کرسکتی ہے۔ ☆ حیض ونفاس کا خون شروع ہوجانے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، یعنی روزہ رکھنے کے بعد اگر کسی عورت کو ماہواری آجائے تو اُس کا روزہ فاسد ہوجائے گا مگر عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ شام تک روزہ دار کی طرح کھانے پینے سے رکی رہے۔ ☆ حیض ونفاس والی عورت اگر رمضان میں سحری کا وقت ختم ہونے سے پہلے پاک ہوگئی تو اُس پر روزہ رکھنا ضروری ہے، اگرچہ وہ سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد ہی غسل کرے۔ ☆ بعض خواتین رمضان میں عارضی طور پر ماہواری روکنے والی دوا استعمال کرلیتی ہیں تاکہ رمضان میں روزے رکھتی رہیں، بعد میں قضا کی دشواری نہ آئے، تو شرعی اعتبار سے ایسی دوائیں استعمال کرنے کی گنجائش ہے، اگرچہ ترغیب نہیں دیجائے گی۔

☆ نفاس کا خون اگر ۴۰ دن سے پہلے رک جائے تو عورت کو چاہئے کہ غسل کرکے نماز اور روزہ شروع کردے، ۴۰ دن کا انتظار کرنا غلط ہے، البتہ اگر کمزوری بہت زیادہ ہے تو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر بعد میں قضا کرنی ہوگی۔ ☆ روزہ کی حالت میں

لبوں پر سرخی لگانے سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی، لیکن اگر منہ کے اندر پہنچنے کا احتمال ہوتو مکروہ ہے۔ ☆ حمل کی وجہ سے اگر روزہ رکھنا دشوار ہوتو روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے لیکن رمضان کے بعد چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرنی ہوگی، روزوں کا فدیہ دینا کافی نہیں ہوگا۔ ☆ خواتین روزہ کی حالت میں جو گھر کے کام کرتی ہیں اس پر بھی ان کو اجر ملے گا۔

روزہ سے متعلق میاں بیوی کے مسائل

☆ بیوی کے ساتھ بوس و کنار کرنے میں صرف چند قطرے رطوبت کے (مذی) نکل جائیں تو اُس سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی لیکن بہتر یہی ہے کہ روزہ کی حالت میں بیوی سے بوس و کنار ہونے سے بچیں۔ ☆ روزہ میں بیوی سے باقاعدہ ہم بستری نہیں کی ہے بلکہ صرف بوس و کنار ہونے یا ساتھ لیٹنے کی وجہ سے انزال ہوجائے تو روزہ فاسد ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کے ساتھ ایک روزہ کی قضا کرنی ہوگی۔ ☆ اگر روزہ کی حالت میں قصداً باقاعدہ صحبت کرلی ہے تو دونوں میاں بیوی پر ایک ایک روزہ کی قضا کے ساتھ ہر ایک کو مسلسل ۶۰ دن کے روزے رکھنے ہوں گے، روزہ کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں ہر ایک کو ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا پڑے گا۔ ☆ اگر کسی عورت یا مرد کے ذمہ غسل کرنا واجب ہے اور سحری کا وقت ختم ہوگیا تو کوئی حرج نہیں، سحری کا وقت ختم ہونے کے بعد بھی غسل کیا جاسکتا ہے، اس سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ☆ روزہ کی حالت میں سوتے ہوئے اگر احتلام ہوجائے تو روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی، روزہ بدستور باقی رہتا ہے، البتہ غسل کرنا واجب ہے۔

کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ھے

☆ رمضان کے روزہ کو یاد رکھتے ہوئے بغیر عذر شرعی کے کچھ کھانے پینے اسی طرح باقاعدہ صحبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، روزہ کی قضا کے ساتھ روزہ کا کفارہ بھی ادا کرنا ہوگا۔

☆ شرعی عذر (مثلاً سخت بیماری) کی وجہ سے کچھ کھا پی لیا تو روزہ ٹوٹ گیا، لیکن صرف روزہ کی قضا واجب ہوگی۔

☆ عورت کو حیض یا نفاس کا خون آنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، لیکن روزہ کی قضا واجب ہوگی۔

☆ اگر بحالت روزہ دانت یا داڑھ نکلوائی اور اس سے خون نکل کر حلق کے اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ گیا، لیکن صرف روزہ کی قضا واجب ہوگی۔

☆ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، لیکن یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر قصداً کھا پی لیا تو روزہ ٹوٹ گیا، لیکن صرف روزہ کی قضا واجب ہوگی۔

☆ رمضان کے علاوہ کوئی مسنون یا نفلی روزہ رکھنے کے بعد قصداً روزہ توڑنے سے صرف قضا واجب ہوگی، کفارہ نہیں۔

☆ اگر بھوک یا پیاس کی شدت کی وجہ سے جان کو خطرہ لاحق ہوجائے تو روزہ توڑنے سے صرف قضا واجب ہوگی، کفارہ نہیں۔

☆ روزہ کی حالت میں کان یا ناک میں دوا نہیں ڈالنی چاہئے کیونکہ ناک وکان کا براہ راست حلق سے تعلق ہونے کی وجہ سے اس سے اکثر اوقات روزہ ٹوٹ جاتا ہے، البتہ آنکھ میں سرمہ لگانے اور دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

☆ مسواک کرنے سے۔(البتہ روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کے استعمال سے بچنا چاہیئے خاص کر اگر ٹوتھ پیسٹ میں کھانے کی چیز کا ذائقہ ہے) ☆ سر میں تیل لگانے سے۔ ☆ بھول کر کھانے پینے سے۔ ☆ خود بخود بلا قصد قے ہو جانے سے۔ ☆ انجکشن لگوانے سے۔ ☆ آنکھ میں دوا ڈالنے سے۔ ☆ احتلام ہونے سے۔

☆ Xray، Ultrasound، ECG، Echo، BloodTest یعنی ایسے ٹیسٹ کرانے سے جس میں کوئی غذا معدہ میں نہیں جاتی ہے، روزہ نہیں ٹوٹتا۔

ماہ رمضان میں اعمال صالحہ کا خاص اہتمام

☆ فرض نمازوں کی ادائیگی۔ ☆ دن میں روزہ رکھنا۔ ☆ نمازِ تراویح کی ادائیگی۔ ☆ تلاوتِ قرآن پاک۔ ☆ اگر مال میں زکاۃ واجب ہے تو زکاۃ کی ادائیگی کیونکہ رمضان میں ستر گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔ ☆ حسب سہولت عمرہ کی ادائیگی کیونکہ رمضان میں عمرہ کی ادائیگی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے (صحیح مسلم)۔ ☆ سنت اور نفل نمازوں کی ادائیگی۔ ☆ نمازِ تہجد کی ادائیگی، خاص کر آخری عشرہ میں۔ ☆ نماز اشراق وچاشت اور تحیۃ الوضو وتحیۃ المسجد کا اہتمام ☆ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف اگر سہولت سے ممکن ہو۔ ☆ دعاؤں کا اہتمام۔ ☆ اللہ کا ذکر اور دیگر نیک اعمال کی ادائیگی۔ ☆ دوسروں کو بھی نیک اعمال کی ترغیب دینا۔ ☆ گناہوں سے بچنا اور دوسروں کو بھی حکمت کے ساتھ منع کرنا۔

☆ رمضان کے آخر میں یا عید الفطر کی صبح کو صدقۂ فطر کی ادائیگی کرنا۔

ماہِ رمضان، قرآن کریم کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام کی سورۃ البقرۃ (آیت ۱۸۳ سے ۱۸۷ تک) میں رمضان اور روزہ کے متعلق احکام بیان کئے ہیں، جس کا خلاصۂ یہ ہے۔

خلاصۂ تفسیر (آیت نمبر ۱۸۳ اور ۱۸۴): اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا، اس توقع پر کہ تم روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ متقی بن جاؤ۔ کیونکہ روزہ رکھنے سے عادت پڑے گی نفس کو اُس کے متعدد تقاضوں سے روکنے کی اور یہی عادت کی پختگی تقویٰ کی بنیاد ہے سو تھوڑے دنوں روزہ رکھ لیا کرو، اور تھوڑے دنوں سے مراد ماہِ رمضان ہے جیسا کہ اگلی آیت میں آتا ہے۔ پھر اس میں اتنی آسانی ہے کہ جو شخص تم میں ایسا بیمار ہو جس کو روزہ رکھنا مشکل یا مضر ہو یا شرعی سفر میں ہو تو اس کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، لیکن رمضان کے بعد چھوٹے ہوئے روزے رکھنا اس پر واجب ہے۔

پچھلی امتوں میں روزہ کا حکم: روزے کی فرضیت کا حکم مسلمانوں کو ایک خاص مثال سے دیا گیا ہے، حکم کے ساتھ یہ بھی ذکر فرمایا کہ روزے کی فرضیت صرف تمہارے ساتھ خاص نہیں بلکہ پچھلی امتوں پر بھی روزے فرض کئے گئے تھے۔ اس سے روزہ کی خاص اہمیت بھی معلوم ہوئی اور مسلمانوں کی دلجوئی کا بھی انتظام کیا گیا کہ روزہ اگرچہ مشقت کی چیز ہے، مگر یہ مشقت تم سے پہلے بھی سب لوگ اٹھاتے آئے ہیں۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں اشارہ ہے کہ تقوی کی قوت حاصل کرنے میں روزہ کو بڑا دخل ہے کیونکہ روزہ سے اپنی خواہشات کو قابو میں رکھنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے، وہی تقوی کی بنیاد ہے۔ تقویٰ (پرہیزگاری) اصل میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے خوف اور رجاء کے ساتھ نبی

اکرم ﷺ کے طریقہ کے مطابق ممنوعات سے بچنے اور اوامر پر عمل کرنے کا نام ہے۔

مریض کا روزہ: مریض کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضاً لیکن مریض سے مراد وہ مریض ہے جس کو روزہ رکھنے سے نا قابل برداشت تکلیف پہونچے یا مرض بڑھ جانے کا قوی اندیشہ ہو، بعد کی آیت وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ میں اسی طرف اشارہ موجود ہے۔ جمہور فقہاء وعلماء کی یہی رائے ہے۔

مسافر کا روزہ: مسافر کے لئے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یہاں لفظ مسافر کے بجائے عَلٰى سَفَرٍ کا لفظ اختیار فرما کر کئی اہم مسائل کی طرف اشارہ فرمادیا۔ مطلقاً لغوی سفر یعنی اپنے گھر اور وطن سے باہر نکل جانا روزہ میں رخصت سفر کے لئے کافی نہیں بلکہ سفر کچھ طویل ہونا چاہئے، مگر یہ تحدید کہ سفر کتنا طویل ہو، قرآن کریم کے الفاظ میں مذکور نہیں، نبی اکرم ﷺ کے بیان اور صحابۂ کرام کے تعامل سے فقہاء نے اس کی مقدار ۴۸ میل یعنی تقریباً ۷۳ کیلومیٹر متعین کی ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی ایک مقام پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلے تو وہ بھی منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد رخصتِ سفر کا مستحق نہیں ہے۔

روزہ کی قضا: مریض ومسافر کو اپنے فوت شدہ روزوں کی تعداد کے مطابق دوسرے دنوں میں روزے رکھنا واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ البتہ اس آیت میں کوئی قید نہیں کہ ترتیب وار رکھے یا بے ترتیب بلکہ عام اختیار ہے کہ ترتیب وار یا بے ترتیب جیسے چاہے فوت شدہ روزوں کی قضا کرلے۔

روزہ کا کفارہ: اگر رمضان کے روزہ کی حالت میں باقاعدہ صحبت کرلی یا کسی عذر شرعی کے بغیر کھانا کھا کر یا پانی وغیرہ پی کر روزہ توڑ دیا تو روزہ کی قضا کے ساتھ

مسلسل ۶۰ دن کے روزے رکھنے ہوں گے، روزہ کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں ۶۰ مسکینوں کو کھانا کھلانا پڑے گا۔ نفلی روزہ کو قصداً توڑنے پر صرف قضا واجب ہوگی۔

روزہ کا فدیہ: شریعت اسلامیہ نے بہت بوڑھے یا ایسے بیمار حضرات جنہیں بظاہر صحت کی امید نہیں ہے، کو اجازت دی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں لیکن انہیں ہر روزہ کے بدلہ فدیہ کی ادائیگی کرنی ہوگی۔

فدیہ کی مقدار: ایک روزہ کا فدیہ نصف صاع گیہوں (تقریباً پونے دو کیلو) یا اس کی قیمت کسی غریب مسکین کو دینا ہے۔

☆☆ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کے سلسلہ میں تین تبدیلیاں ہوئیں:

۱) رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہر مہینہ میں تین روزے اور ایک روزہ یوم عاشورہ (یعنی دسویں محرم الحرام) کا رکھتے تھے۔

۲) جب ۲ ہجری میں رمضان کے روزے کی فرضیت ہوئی تو ہر شخص کو اختیار تھا کہ روزہ رکھ لے یا فدیہ دیدے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرمادی، جس میں صحت مند کے لئے یہ اختیار ختم کر کے صرف روزہ رکھنا لازم کردیا، مگر بہت بوڑھے آدمی کے لئے یہ حکم باقی رہا کہ وہ چاہے تو فدیہ ادا کردے۔

۳) شروع میں افطار کے بعد کھانے پینے اور اپنی خواہش پوری کرنے کی اجازت صرف اس وقت تک تھی جب تک آدمی سوئے نہیں، جب سو گیا تو دوسرا روزہ شروع ہوگیا اور کھانا پینا وغیرہ سب ممنوع ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیت (أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ) نازل فرما کر یہ آسانی عطا فرمادی کہ صبح صادق تک کھانا پینا اور صحبت کرنا سب جائز ہے۔

خلاصۂ تفسیر (آیت نمبر ۱۸۵): وہ تھوڑے ایام جن میں روزے کا حکم ہوا ہے، ماہ

رمضان ہے جس میں ایسی برکت ہے کہ اس کے ایک خاص حصہ یعنی شب قدر میں قرآن کریم لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل کیا گیا ہے، جس کا ایک وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہے اور دوسرا وصف یہ ہے کہ ہدایت کے طریقے بتلانے میں اس کا ایک ایک جز واضح الدلالہ ہے اور ان دونوں وصفوں میں منجملہ ان کتب سماویہ کے ہے جو کہ انہی دو وصفوں سے موصوف ہیں یعنی ذریعہ ہدایت بھی ہیں اور وضوحِ دلالت کی وجہ سے حق وباطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی بھی ہیں۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ: جوشخص ماہ رمضان میں حاضر یعنی موجود ہو اس پر لازم ہے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔ روزہ کے بجائے فدیہ دینے کا عام اختیار جو اس سے پہلی آیت میں مذکور ہے اس جملے نے منسوخ کرکے روزہ ہی رکھنا لازم کردیا ہے۔

مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضاً اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ اَيَّامٍ اُخَر: اس میں مریض اور مسافر کو رخصت دی گئی ہے کہ وہ اُس وقت روزہ نہ رکھے، تندرست ہونے اور سفر کے ختم ہونے پر اتنے دنوں کی قضا کرلے، یہ حکم اگرچہ پچھلی آیت میں بھی آچکا تھا مگر جب اس آیت میں روزہ کے بجائے فدیہ دینے کا اختیار منسوخ کیا گیا تو یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید مریض اور مسافر کی رخصت بھی منسوخ ہوگئی ہو اس لئے دوبارہ اس کا اعادہ کیا گیا۔

خلاصۂ تفسیر (آیت نمبر ۱۸۶): پچھلی تین آیتوں میں روزہ اور رمضان کے احکام اور فضائل کا ذکر تھا اور اس کے بعد بھی ایک طویل آیت میں روزہ اور اعتکاف کے احکام کی

تفصیل ہے، درمیان کی اس مختصر آیت میں بندوں کے حال پر اللہ کی خاص عنایت، ان کی دعائیں سننے اور قبول کرنے کا ذکر فرما کر اطاعت احکام کی ترغیب دی گئی ہے کیونکہ روزہ کی عبادت میں رخصتوں اور سہولتوں کے باوجود کسی قدر مشقت ہے، اس کو سہل کرنے کے لئے اپنی مخصوص عنایت کا ذکر فرمایا کہ میں اپنے بندوں سے قریب ہی ہوں جب بھی وہ دعا مانگتے ہیں میں ان کی دعائیں قبول کرتا ہوں اور ان کی حاجات کو پورا کرتا ہوں۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ روزہ کا بدلہ میں خود ہوں۔ روزہ کی حالت میں خاص کر افطار کے وقت کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزہ افطار کرنے کے وقت روزہ دار کی دعا مقبول ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما افطار کے وقت سب گھر والوں کو جمع کر کے دعا کیا کرتے تھے۔

خلاصۂ تفسیر (آیت نمبر ۱۸۷): اس آیت میں روزہ کے بقیہ احکام کی کچھ تفصیل مذکور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ تم لوگوں کے واسطے روزہ کی شب میں اپنی بیوی سے صحبت کرنا حلال کر دیا گیا ہے اور پہلے جو اس سے ممانعت تھی وہ ختم کر دی گئی کیونکہ بوجہ قرب واتصال کے وہ تمہارے لئے اوڑھنے بچھونے کے ہیں اور تم ان کے لئے اوڑھنے بچھونے کے ہو۔ اور جس طرح شبِ صیام میں بیوی سے ہم بستری کی اجازت ہے اسی طرح یہ بھی اجازت ہے کہ صبح صادق ہونے تک تمام رات میں جب چاہو کھاؤ پیو۔
لیکن بیوی کے بدن سے اپنا بدن شہوت کے ساتھ مت ملنے دو جس زمانے میں تم اعتکاف میں بیٹھے ہو۔
یہ سب احکام مذکورہ اللہ تعالیٰ کے ضابطے ہیں، سو ان ضابطوں سے نکلنا تو درکنار نکلنے

کے نزدیک بھی مت ہونا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ احکام بیان کئے ہیں اسی طرح اللہ اپنے اور احکام بھی لوگوں کی اصلاح کے واسطے بیان فرمایا کرتے ہیں، اس امید پر کہ وہ لوگ احکام سے مطلع ہو کر ان احکام کی خلاف ورزی سے پرہیز رکھیں۔

﴿وضاحت﴾: ابتداء میں جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو افطار کے بعد کھانے پینے اور بیوی کے ساتھ اختلاط کی صرف اُس وقت تک اجازت تھی جب تک سو نہ جائے، سو جانے کے بعد یہ سب چیزیں حرام ہو جاتی تھیں۔ بعد میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں پہلا حکم منسوخ کر کے غروب آفتاب کے بعد سے طلوع صبح صادق تک پوری رات کھانے پینے اور صحبت کی اجازت دیدی گئی، لیکن اعتکاف کی حالت میں بیوی سے رات میں بھی دور رہنا ہے، یعنی حالتِ اعتکاف میں رات کو کھا پی تو سکتے ہیں لیکن بیوی کے ساتھ سونا یا صحبت کرنا جائز نہیں ہے۔

رمضان کا اہتمام نہ کرنے والوں کے لئے

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے (شرعی) اجازت اور مرض کے بغیر رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا پھر اگر وہ ساری عمر بھی روزے رکھے تب بھی اسکی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ (مسند احمد، ترمذی، ابوداود)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے کی مشقت کے سوا کچھ بھی نہیں ملتا۔ (ابن ماجہ، نسائی)

نمازِ تراویح

نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ نمازِ تراویح فرض نہیں بلکہ سنت ہے۔ البتہ ۱۴۰۰ سال سے جاری عمل کے خلاف بعض حضرات ۲۰ رکعات نمازِ تراویح کو بدعت یا خلافِ سنت قرار دینے میں ہر سال رمضان اور رمضان سے قبل اپنی صلاحیتوں کا بیشتر حصہ صرف کرتے ہیں جس سے امت مسلمہ کے عام طبقہ میں انتشار ہی پیدا ہوتا ہے، حالانکہ اگر کوئی شخص ۸ کی جگہ ۲۰ رکعات پڑھ رہا ہے تو یہ اس کے لئے بہتر ہی تو ہے کیونکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ساری امت مسلمہ متفق ہے کہ رمضان کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہئے، نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے امت مسلمہ جماعت کے ساتھ تراویح میں ۲۰ رکعات ہی پڑھتی آئی ہے، نیز حرمین (مسجد حرام اور مسجد نبوی) میں آج تک کبھی بھی ۲۰ رکعات سے کم یعنی ۸ رکعات تراویح نہیں پڑھی گئیں۔

اس موضوع سے متعلق احادیث کا جتنا بھی ذخیرہ موجود ہے، کسی بھی ایک صحیح معتبر اور غیر قابل نقد وجرح حدیث میں نبی اکرم ﷺ سے تراویح کی تعداد رکعات کا واضح ثبوت نہیں ملتا ہے، اگرچہ بعض احادیث میں جن کی سند میں یقیناً کچھ ضعف موجود ہے ۲۰ رکعات کا ذکر ملتا ہے۔ علامہ ابن تیمیہ ؒ نے تحریر کیا ہے کہ جس شخص کا یہ خیال ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تراویح کی کوئی تعداد مقرر کردی ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی تو وہ غلطی پر ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲ ص ۴۰۱) اسی طرح علامہ شوکانی ؒ نے تحریر کیا ہے کہ مسئلہ تراویح کی تمام روایات میں نماز تراویح کا با جماعت یا تنہا پڑھنا تو ثابت ہے لیکن خاص کر تراویح کی تعداد اور اس میں قراءت کی تعیین نبی اکرم ﷺ سے منقول نہیں ہے۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۶۴)

میں نے اِن دو شخصیات کا ذکر اس لئے کیا ہے کیونکہ ۸ رکعات تراویح کا موقف اختیار کرنے والے عموماً حضرات اِن دو شخصیات کی رائے کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر جماعت کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام شروع ہوا جیسا کہ محدثین، فقہاء، مؤرخین اور علماء کرام نے تسلیم کیا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب صحابہ کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں جمع کیا تو وہ بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ ان خلفاء راشدین میں سے ہیں جن کی بابت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو اور اسی کو ڈاڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑے رکھو۔ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ڈاڑھوں کا ذکر اس لئے کیا کہ ڈاڑھوں کی گرفت مضبوط ہوتی ہے، لہذا حضرت عمر فاروق ؓ کا یہ اقدام عین سنت ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲ ص ۴۰۱) (فتاوی ابن تیمیہ ج ۲۲ ص ۴۳۴)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۷ یا ۵۸ ہجری میں ہوئی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۱۵ ہجری میں تراویح کی جماعت حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں باقاعدہ شروع فرمائی، اگر بیس رکعات تراویح کا عمل بدعت ہوتا تو ۴۲ سال کے طویل عرصہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آٹھ رکعات والی حدیث کو بیس رکعات پڑھنے والوں کے خلاف پیش کرنا ثابت ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہوا، بلکہ سعودی عرب کے نامور عالم، مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے (سابق) قاضی الشیخ عطیہ محمد سالمؒ (متوفی ۱۹۹۹) نے نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر عربی

زبان میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جسمیں ثابت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے آج تک حرمین (مسجد حرام اور مسجد نبوی) میں کبھی بھی ۲۰ سے کم تراویح نہیں پڑھی گئیں۔

تراویح کے معنی:

بخاری شریف کی مشہور و معروف شرح لکھنے والے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تحریر کیا ہے کہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ کے معنی ایک دفعہ آرام کرنا ہے، جیسے تسلیمہ کے معنی ایک دفعہ سلام پھیرنا ہے۔ رمضان المبارک کی راتوں میں نمازِ عشاء کے بعد باجماعت نماز کو تراویح کہا جاتا ہے، کیونکہ صحابۂ کرام کا اتفاق اس امر پر ہوگیا کہ ہر دوسلام (یعنی چار رکعات) کے بعد کچھ دیر آرام فرماتے تھے۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب صلاۃ التراویح)

نماز تراویح کی فضیلت

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص رمضان (کی راتوں) میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی امید سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

﴿وضاحت﴾: ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شہرت اور دکھاوے کے لئے نہیں بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے عبادت کی جائے۔

نماز تراویح کی تعدادِ رکعات

تراویح کی تعدادرکعات کے سلسلہ میں علماء کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ تراویح پڑھنے کی اگر چہ بہت فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے، لیکن فرض نہ ہونے کی وجہ سے تراویح کی تعدادِ رکعات میں یقیناً گنجائش ہے۔ جمہور محدثین، فقہاء وعلماء کرام کی رائے ہے کہ تراویح ۲۰ رکعات پڑھنی چاہئے۔

تراویح کی تعدادرکعات میں علماء کرام کے درمیان اختلاف کی اصل بنیاد یہ ہے کہ تراویح اور تہجد ایک نماز ہے یا دوالگ الگ نمازیں۔ جمہور محدثین، فقہاء وعلماء کرام نے اِن دونوں نمازوں کوالگ الگ نماز قرار دیا ہے، اُن کے نقطۂ نظر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا تعلق تہجد کی نماز سے ہے، جس میں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان اور رمضان کے علاوہ گیارہ رکعات سے زائد نماز نہیں پڑھتے تھے۔ جس کے انہوں نے مختلف دلائل دئے ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱) امام بخاریؒ نے اپنی مشہور کتاب (بخاری) میں نمازِ تہجد کا ذکر (کتاب التہجد) میں جبکہ نماز تراویح کو (کتاب صلاۃ التراویح) میں ذکر کیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں جیسا کہ جمہور علماء اور ائمہ اربعہ نے فرمایا ہے، اگر دونوں ایک ہی نماز ہوتیں تو امام بخاریؒ کو دوالگ الگ باب قائم کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کتاب التہجد میں ذکر فرما کر امام بخاریؒ نے ثابت کر دیا کہ اس حدیث کا تعلق تہجد کی نماز سے ہے۔

۲) اگر حضرت عائشہؓ کے فرمان کا تعلق تراویح کی نماز سے ہے تو حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں جب باضابطہ جماعت کے ساتھ ۲۰ رکعات تراویح کا اہتمام شروع ہوا تو کسی بھی صحابی نے اِس پر کوئی تنقید کیوں نہیں کی؟ دنیا کی کسی کتاب میں، کسی زبان میں

بھی، کسی ایک صحابی کا حضرت عمر فاروق ؓ کے زمانے میں ۲۰ رکعات تراویح کے شروع ہونے پر کوئی اعتراض مذکور نہیں ہے۔ اگر کوئی واضح حدیث تراویح کی تعداد کے متعلق ہوتی تو حضرت عمر فاروق ؓ اور صحابۂ کرام کو کیسے ہمت ہوتی کہ وہ ۸ رکعات تراویح کی جگہ ۲۰ رکعات تراویح شروع کر دیتے۔ صحابۂ کرام تو ایک ذرا سی چیز میں بھی آپ ﷺ کی تعلیمات کی مخالفت برداشت نہیں کرتے تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے کا جذبہ یقیناً صحابۂ کرام میں ہم سے بہت زیادہ تھا۔ بلکہ ہم (یعنی آج کے مسلمان) صحابۂ کرام کی سنتوں پر عمل کرنے کے جذبہ سے اپنا کوئی مقارنہ بھی نہیں کر سکتے۔ نیز نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ہم خلفاء راشدین کی سنتوں کو بھی مضبوطی سے پکڑ لیں۔ (ابن ماجہ)

۳) اگر اس حدیث کا تعلق واقعی تراویح کی نماز سے ہے اور تہجد و تراویح ایک نماز ہیں تو رمضان کے آخری عشرہ میں نمازِ تراویح پڑھنے کے بعد تہجد کی نماز کیوں پڑھی جاتی ہے؟

۴) اس حدیث کا تعلق تہجد کی نماز سے ہے جیسا کہ محدثین نے اس حدیث کو تہجد کے باب میں نقل کیا ہے نہ کہ تراویح کے باب میں۔ (ملاحظہ ہو: مسلم ج ۱ ص ۱۵۴، ابوداؤد ج ۱ ص ۱۹۶، ترمذی ج ۱ ص ۵۸، نسائی ج ۱ ص ۱۵۴، موطا امام مالک ص ۴۲)۔ علامہ شمس الدین کرمانیؒ (شارح بخاری) تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تہجد کے بارے میں ہے اور حضرت ابوسلمہ ؓ کا مذکورہ بالا سوال اور حضرت عائشہ ؓ کا جواب تہجد کے متعلق تھا۔ (الکوکب الدراری شرح صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۵۵۔۱۵۶) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ گیارہ رکعات پڑھتے تھے وہ تہجد کی نماز تھی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تہجد کی نماز پر محمول ہے جو رمضان اور غیر رمضان میں برابر تھی۔

نمازِ تراویح حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (رمضان کی) ایک رات مسجد میں نماز تراویح پڑھی۔ لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر دوسری رات کی نماز میں شرکاء زیادہ ہو گئے، تیسری یا چوتھی رات آپ ﷺ نماز تراویح کے لئے مسجد میں تشریف نہ لائے اور صبح کو فرمایا کہ میں نے تمہارا شوق دیکھ لیا اور میں اس ڈر سے نہیں آیا کہ کہیں یہ نماز تم پر رمضان میں فرض نہ کر دی جائے۔ (مسلم۔ الترغیب فی صلاۃ التراویح)۔ اِن دو یا تین دن کی تراویح کی رکعات کے متعلق کوئی واضح تعداد احادیث صحیحہ میں مذکور نہیں ہے، اگرچہ بعض احادیث سے ۲۰ کی تائید ملتی ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قیام رمضان کی ترغیب تو دیتے لیکن وجوب کا حکم نہیں دیتے۔ آپ ﷺ فرماتے کہ جو شخص رمضان کی راتوں میں نماز (تراویح) پڑھے اور وہ ایمان کے دوسرے تقاضوں کو بھی پورا کرے اور ثواب کی نیت سے یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سابقہ گناہ معاف فرما دیں گے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک یہی عمل رہا، دورِ صدیقی اور ابتداءِ عہد فاروقی میں بھی یہی عمل رہا۔ (مسلم۔ الترغیب فی صلاۃ التراویح)

صحیح مسلم کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات میں، حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے دورِ خلافت اور حضرت عمر فاروق ؓ کے ابتدائی دورِ خلافت میں نماز تراویح جماعت سے پڑھنے کا کوئی اہتمام نہیں تھا، صرف ترغیب دی جاتی تھی۔ البتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یقیناً تبدیلی ہوئی ہے، اس تبدیلی کی وضاحت کتاب میں محدثین، فقہاء اور علماء کرام کی تحریروں کی روشنی میں آ رہی ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت (جس میں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ

ﷺ رمضان اور رمضان کے علاوہ گیارہ رکعات سے زائد نماز نہیں پڑھتے تھے) میں لفظِ تراویح کا ذکر نہیں ہے۔لہٰذا اس حدیث کا تعلق تہجد کی نماز سے ہے کیونکہ محدثین نے اس حدیث کو تہجد کے باب میں نقل کیا ہے نہ کہ تراویح کے باب میں۔(ملاحظہ ہو: مسلم ج ۱ ص ۱۵۴،ابوداود ج ۱ ص ۱۹۶، ترمذی ج ۱ ص ۵۸، نسائی ج ۱ ص ۱۵۴،موطا امام مالک ص ۴۲) اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان محدثین کے نزدیک یہ حدیث تہجد کی نماز سے متعلق ہے نہ کہ تراویح سے۔

امام محمد بن نصر مروزیؒ نے اپنی مشہور کتاب (قیام اللیل،ص ۱۹۱ اور ۹۲) میں قیام رمضان کا باب باندھ کر بہت سی حدیثیں اور روایتیں نقل فرمائی ہیں مگر مذکورہ بالا حدیث عائشہؓ نقل نہیں فرمائی کیونکہ ان کے نزدیک یہ حدیث تراویح کے متعلق ہے ہی نہیں۔

علامہ ابن قیمؒ نے اپنی مشہور و معروف کتاب (زادالمعاد ص ۸۶) میں قیام اللیل (تہجد) کے بیان میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔علاوہ ازیں اس روایت کے متعلق حافظ حدیث امام قرطبیؒ کا یہ قول بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ بہت سے اہل علم حضرات اس روایت کو مضطرب مانتے ہیں۔ (عینی شرح بخاری ج ۷ ص ۱۸۷)

نمازِ تراویح خلفاء راشدین کے زمانے میں

☆ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہد میں کتنی تراویح پڑھی جاتی تھیں؟احادیث صحیحہ میں صحابہٴ کرام کا کوئی واضح عمل مذکور نہیں ہے۔گویا اس دور کا معمول حسب سابق رہا اور لوگ اپنے طور پر نماز تراویح پڑھتے رہے،غرضیکہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہد خلافت میں نماز تراویح با قاعدہ جماعت کے ساتھ ایک مرتبہ بھی ادا نہیں ہوئی۔

☆ حضرت عمر فاروق ؓ نے جب اپنے عہد خلافت میں لوگوں کو دیکھا کہ تنہا تنہا تراویح

کی نماز پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب صحابہ کو حضرت ابی بن کعبؓ کی امامت میں جمع کیا اور عشاء کے فرائض کے بعد وتروں سے پہلے باجماعت ۲۰ رکعات نماز تراویح میں قرآن کریم مکمل کرنے کا باضابطہ سلسلہ شروع کیا۔ ملاحظہ ہو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مندرجہ ذیل اعمال شروع ہوئے:

۱) پورے رمضان تراویح پڑھنا۔ (جس پر پوری امت کا عمل ہے)

۲) تراویح کا مستقل باجماعت پڑھنا۔ (جس پر پوری امت کا عمل ہے)

۳) رمضان میں وتر باجماعت پڑھنا۔ (جس پر پوری امت کا عمل ہے)

۴) وتر کا تراویح کے ساتھ ہی پڑھنا۔ (جس پر پوری امت کا عمل ہے)

۵) **۲۰ رکعات تراویح پڑھنا۔**

☆ حضرت عبدالرحمٰن قاریؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروقؓ کے ہمراہ رمضان میں مسجد میں گیا تو دیکھا کہ لوگ مختلف گروپوں میں علیحدہ علیحدہ نماز تراویح پڑھ رہے ہیں، کوئی اکیلا پڑھ رہا ہے اور کسی کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی شریک ہیں، اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ واللہ! میرا خیال ہے کہ اگر ان سب کو ایک امام کی اقتداء میں جمع کردیا جائے تو بہت اچھا ہوگا اور سب کو حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں جمع کردیا۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ پھر جب ہم دوسری رات نکلے اور دیکھا کہ سب لوگ ایک ہی امام کی اقتداء میں نماز تراویح ادا کررہے ہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بڑا اچھا طریقہ ہے اور مزید فرمایا کہ ابھی تم رات کے جس آخری حصہ میں سو جاتے ہو، وہ اس وقت سے بھی بہتر ہے جس کو تم نماز میں کھڑے ہوکر گزارتے ہو۔ (موطا امام مالکؒ، باب ماجاء فی قیام رمضان)

☆ حضرت یزید بن رومانؒ فرماتے ہیں کہ لوگ (صحابۂ کرام) حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ۲۳ رکعات (۲۰ تراویح اور ۳ وتر) ادا فرماتے تھے۔

(موطا امام مالکؒ، باب ماجاء فی قیام رمضان، ص ۹۸)

☆ علامہ بیہقی ؒ نے کتاب المعرفہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت سائب بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ؓ کے دور حکومت میں ہم ۲۰ رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔امام زیلعی ؒ نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے (نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۴)

☆ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے انہیں حکم دیا کہ رمضان کی راتوں میں نماز پڑھائیں۔ چنانچہ فرمایا کہ لوگ سارا دن روزہ رکھتے ہیں اور قراءت اچھی طرح نہیں کر سکتے۔ اگر آپ رات کو انہیں (نماز میں) قرآن سنائیں تو بہت اچھا ہوگا۔ پس حضرت ابی بن کعبؓ نے انہیں ۲۰ رکعتیں پڑھائیں۔ (مسند احمد)

☆ موطا امام مالک میں یزید بن خصیفہؒ کے طریق سے سائب بن یزیدؒ کی روایت ہے کہ عہد فاروقی میں بیس رکعات تراویح تھیں۔ (فتح الباری لابن حجر ج ۴ ص ۳۲۱، نیل الاوطار للشوکانی ج ۲ ص ۵۱۴)

☆ حضرت محمد بن کعب القرظیؒ (جو جلیل القدر تابعی ہیں) فرماتے ہیں کہ لوگ حضرت عمرؓ کے دور میں بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے۔ (قیام اللیل للمروزی ص ۱۵۷)

☆ حضرت یحیی بن سعیدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔ (مصنف بن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵)

☆ حضرت حسن ؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت پر جمع فرمایا۔ وہ لوگوں کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھاتے تھے۔ (ابوداود ج ۱ ص ۲۱۱، باب القنوت والوتر)

☆ حضرت سائب بن یزید ؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں تین

رکعات (وتر) اور بیس رکعات (تراویح) پڑھی جاتی تھیں۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۲۰۱، حدیث نمبر ۷۷۶۳) ☆ حضرت سائب بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہم ۲۰ رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سوسو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور لمبے قیام کی وجہ سے حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں لاٹھیوں کا سہارا لیتے تھے۔ (السنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

☆ حضرت ابوالحسناءؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵)

☆ حضرت ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا۔ پھر ان میں سے ایک قاری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے اور حضرت علیؓ خود انہیں وتر پڑھاتے تھے۔ (السنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

نماز تراویح سے متعلق صحابہ وتابعین کا عمل

☆ حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا معمول بھی بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھنے کا تھا۔ (قیام اللیل للمروزی ص ۱۵۷)

☆ حضرت حسن بصریؒ حضرت عبدالعزیز بن رفیعؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵)

☆ حضرت عطا بن ابی رباحؒ (جلیل القدر تابعی، تقریباً ۲۰۰ صحابۂ کرام کی زیارت کی ہے) فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں (صحابۂ کرام) کو بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھتے پایا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵)

☆ حضرت ابراہیم نخعیؒ (جلیل القدر تابعی، کوفہ کے مشہور و معروف مفتی) فرماتے ہیں کہ لوگ رمضان میں پانچ ترویحہ سے بیس رکعات پڑھتے تھے۔ (کتاب الآثار بروایت ابی یوسف ص ۴۱)

☆ حضرت شُتیر بن شکلؒ (تابعی، حضرت علیؓ کے شاگرد) لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔ (السنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

☆ حضرت ابو بختریؒ (اہل کوفہ میں اپنا علمی مقام رکھتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عمر اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہم کے شاگرد تھے)۔ آپ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ رمضان میں پانچ ترویحہ سے بیس رکعات تراویح اور تین رکعات وتر پڑھاتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۸۵)

☆ حضرت سوید بن غفلہؒ (حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ صحابہ کی زیارت کی ہے)۔ آپ کے بارے میں ابو الخضیبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہؒ رمضان میں پانچ ترویحہ سے بیس رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔ (السنن الکبری للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶)

نماز تراویح سے متعلق اکابرین امت کے اقوال

امام ابو حنیفہؒ: علامہ ابن رشدؒ لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کے یہاں قیام رمضان بیس رکعات ہے۔ (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۱۴) امام فخر الدین قاضی خانؒ لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ رمضان میں ہر رات بیس یعنی پانچ ترویحہ وتر کے علاوہ پڑھنا سنت ہے۔ (فتاوی قاضی خان ج ۱ ص ۱۱۲) علامہ علاء الدین کاسانی حنفیؒ لکھتے ہیں کہ صحیح قول جمہور علماء کا یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ

کی امامت میں صحابۂ کرام کو تراویح پڑھانے پر جمع فرمایا تو انہوں نے بیس رکعات تراویح پڑھائی اور صحابۂ کرام کی طرف سے اجماع تھا۔ (بدائع الصنائع)

امام مالکؒ: امام مالکؒ کے مشہور قول کے مطابق تراویح کی ۳۶ رکعات ہیں جبکہ ان کے ایک قول کے مطابق بیس رکعات سنت ہیں۔ علامہ ابن رشد قرطبی مالکیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ نے ایک قول میں بیس رکعات تراویح کو پسند فرمایا ہے۔ (بدایہ المجتہد ج ۱ ص ۲۱۴) مسجد حرام میں تراویح کی ہر چار رکعات کے بعد ترویحہ کے طور پر مکہ کے لوگ ایک طواف کرلیا کرتے تھے، جس پر مدینہ منورہ والوں نے ہر ترویحہ پر چار چار رکعت نفل پڑھنی شروع کردیں تو اس طرح امام مالکؒ کی ایک رائے میں ۳۶ رکعات (۲۰ رکعات تراویح اور ۱۶ رکعات نفل) ہوگئیں۔

امام شافعیؒ: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے بیس رکعات تراویح پسند ہیں، مکہ مکرمہ میں بیس رکعات ہی پڑھتے ہیں۔ (قیام اللیل ص ۱۵۹) ایک دوسرے مقام پر امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھتے پایا ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۶۶) علامہ نووی شافعیؒ لکھتے ہیں کہ تراویح کی رکعت کے متعلق ہمارا (شوافع) مسلک وتر کے علاوہ دس سلاموں کے ساتھ ۲۰ رکعات کا ہے اور ۲۰ رکعات پانچ ترویحہ ہیں اور ایک ترویحہ ۴ رکعات کا دو سلاموں کے ساتھ، یہی امام ابوحنیفہؒ، ان کے اصحاب اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام داؤد ظاہری کا مسلک ہے اور قاضی عیاضؒ نے ۲۰ رکعات تراویح کو جمہور علماء سے نقل کیا ہے۔ (المجموع)

امام احمد بن حنبلؒ: فقہ حنبلی کے ممتاز ترجمان علامہ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ امام ابوعبداللہ (احمد بن حنبلؒ) کا پسندیدہ قول بیس رکعات کا ہے اور حضرت سفیان ثوریؒ بھی یہی کہتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ نے

صحابہ کرام کو حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتداء میں جمع کیا تو وہ بیس رکعات پڑھتے تھے، نیز حضرت امام احمد ابن حنبلؒ کا استدلال حضرت یزید و علیؓ کی روایات سے ہے۔ ابن قدامہؒ کہتے ہیں کہ یہ بمنزلہ اجماع کے ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ جس چیز پر حضور اکرم ﷺ کے صحابہ عمل پیرا رہے ہوں، وہی اتباع کے لائق ہے۔ (المغنی لابن قدامہ ج۲ص ۱۳۹، صلاۃ التراویح)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ جمہور اہل علم کا مسلک وہی ہے جو حضرت علیؓ وحضرت عمرؓ اور دیگر صحابۂ کرام سے منقول ہے کہ تراویح میں بیس رکعات ہیں، حضرت سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل مکہ کو بیس رکعات پڑھتے دیکھا۔ (ترمذی، ما جاء فی قیام شہر رمضان) امام ترمذیؒ نے اس موقع پر تحریر کیا ہے کہ بعض حضرات مدینہ منورہ میں ۴۱ رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔ لیکن امام ترمذیؒ نے اہل مکہ یا اہل مدینہ میں سے ۸ تراویح پر کسی کا عمل نقل نہیں کیا۔ مسلم شریف کی سب سے مشہور ومعروف شرح لکھنے والے علامہ نوویؒ جو ریاض الصالحین کے مصنف بھی ہیں، فرماتے ہیں کہ قیام رمضان سے مراد تراویح ہے اور تمام علماء متفق ہیں کہ یہ نماز اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے البتہ اس میں کچھ اختلاف ہے کہ گھر میں اکیلے پڑھنا بہتر ہے یا مسجد میں باجماعت؟ تو امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، بعض مالکی اور دیگر حضرات فرماتے ہیں کہ باجماعت پڑھنا بہتر ہے چونکہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرات صحابۂ کرام نے ایسا ہی کیا اور اس پر مسلسل عمل جاری ہے حتی کہ یہ مسلمانوں کی ظاہری علامات میں سے ایک علامت ہے۔ (شرح مسلم للنووی، ملخص: الترغیب فی قیام رمضان)۔۔ نیز علامہ نوویؒ فرماتے ہے کہ جان لو کہ نماز تراویح کے سنت ہونے پر تمام علماء کا اجماع ہے اور یہ

۲۰ رکعات ہیں جن میں ہر ۲ رکعت کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔ (الاذکار ص ۸۳)
علامہ عینیؒ (بخاری شریف کی شرح لکھنے والے) تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ کے زمانہ میں تراویح کی بیس رکعات پڑھی جاتی تھیں۔ (عینی ج ۷ ص ۱۷۸) شیخ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح بیس رکعات ہیں جن کا طریقہ معروف ومشہور ہے اور یہ سنت مؤکدہ ہے۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۳۲) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ تراویح نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے اور یہ بیس رکعات ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۶۷، ۲۶۸) مولانا قطب الدین خان محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: اجماع ہوا صحابۂ کرام کا اس پر کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں۔ (مظاہر حق ج ۱ ص ۴۳۶)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی سب سے مشہور ومعروف کتاب (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۶۷) میں تحریر کیا ہے کہ صحابۂ کرام اور تابعین کے زمانہ میں تراویح کی بیس رکعات مقرر ہوئی تھیں، چنانچہ فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام اور تابعین نے قیام رمضان میں تین چیزیں زیادہ کی ہیں:

۱) مسجدوں میں جمع ہونا کیونکہ اس سے عوام وخواص پر آسانی ہوتی ہے۔
۲) اس کو شروع رات میں ادا کرنا جبکہ اخیر رات میں پڑھنا زیادہ افضل ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس طرف اشارہ فرمایا۔
۳) تراویح کی تعداد بیس رکعات۔

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان مرحوم بھوپالیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں جو طریقہ بیس رکعات پڑھانے کا ہوا، اس کو علماء نے اجماع کے مثل شمار کیا ہے۔ (عون الباری ج ۴ ص ۳۱۷)

حضرت عائشہؓ کی حدیث کا صحیح مفہوم

عَنْ اَبِی سَلَمٰی بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَأَلَ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا کَیْفَ کَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا کَانَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِه عَلَی اِحْدَی عَشَرَةَ رَکْعَةً یُصَلِّیْ اَرْبَعاً فَلَا تَسْئَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعاً فَلَا تَسْئَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثَلَاثاً. قَالَتْ یَارَسُولَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوتِرَ فَقَالَ: یَا عَائِشَةَ! اِنَّ عَیْنِیْ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ. (بخاری۔کتاب التہجد)

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اکرم ﷺ کی رمضان میں نماز کی کیا کیفیت ہوا کرتی تھی؟ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔آپ ﷺ پہلے چار رکعت ادا کرتے تھے اوران کی خوبی اوران کی لمبائی کے بارے میں مت پوچھو(کہ وہ کتنی خوب اور کتنی لمبی ہوا کرتی تھیں) پھر آپ چار رکعات اسی طرح پڑھا کرتے تھے۔ پھر تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے۔حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں،میرا دل نہیں سوتا۔

﴿وضاحت﴾: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کا اصل تعلق تہجد کی نماز سے ہے اور تہجد اور تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں،یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔

اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کی گئی کہ آپ ﷺ پہلے

خوب لمبے قیام ورکوع وسجدہ والی چار رکعات ادا کرتے تھے پھر خوب لمبے قیام ورکوع وسجدہ والی چار رکعت ادا کرتے تھے اور پھر تین رکعات وتر پڑھا کرتے تھے۔ حدیث کے الفاظ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ سوال اور جواب کا اصل مقصد حضور اکرم ﷺ کی نماز کی کیفیت کو بیان کرنا ہے نہ کہ تعداد رکعت کو۔ بعض حضرات نے تہجد اور تراویح کی نماز کو ایک سمجھ کر حدیث میں وارد گیارہ میں سے آٹھ کے لفظ کو تراویح کے لئے لے لیا لیکن گیارہ رکعات پڑھنے کی کیفیت اور تین رکعت وتر کو نظر انداز کردیا۔

اگر نمازِ تہجد اور نمازِ تراویح ایک ہی نماز ہے اور تراویح کے آٹھ رکعات ہونے کی یہی حدیث دلیل ہے تو چاہئے کہ اس حدیث کے تمام اجزاء پر عمل کیا جائے اور اس میں بیان کردہ پوری کیفیت کے ساتھ نماز تراویح ادا کی جائے یا کم از کم اس کے مسنون ہونے کو بیان کیا جائے۔ مگر اس حدیث سے صرف آٹھ کا لفظ تو لے لیا مگر آٹھ رکعات نماز کی کیفیت کو چھوڑ دیا کیونکہ اس میں لمبی لمبی چار چار رکعات پڑھنے کا ذکر ہے اور تین رکعات وتر کا ذکر ہے۔ وتر کے لئے تین کے لفظ کو چھوڑ کر صرف ایک ہی رکعت وتر کو اپنی سہولت کے لئے اختیار کرلیا۔ اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ آٹھ رکعت پڑھنے کے بعد سوجاتے پھر وتر پڑھتے تھے، حالانکہ ماہِ رمضان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے سارے حضرات نماز عشاء کے ساتھ تراویح پڑھنے کے فوراً بعد وتر جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ بخاری کی اس حدیث کے صرف آٹھ کے لفظ کو لے کر باقی تمام امور چھوڑنا یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر عمل کرنا نہیں ہوا بلکہ اپنے اسلاف کی قرآن وحدیث فہمی پر قناعت کرنا ہے، حالانکہ بخاری میں ہی حضرت عائشہ ؓ کی دوسری حدیث ہے: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّى بِاللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ يُصَلِّىْ اِذَا سَمِعَ النِّدَا بِالصُّبْحِ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ

(باب ما یقرأ فی رکعتی الفجر) یعنی اللہ کے رسول ﷺ تہجد کی نماز تیرہ رکعات پڑھتے تھے اور جب فجر کی اذان سنتے تو دو ہلکی رکعت ادا کرتے (یعنی فجر کی سنت)۔غور فرمائیں کہ گیارہ رکعات والی حدیث بھی بخاری میں ہے اور تیرہ رکعات والی حدیث بھی بخاری میں ہے اور دونوں حدیثیں حضرت عائشہؓ سے ہی مروی ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ گیارہ رکعات والی حدیث میں سے لفظ آٹھ کو تو لے لیا اور تیرہ رکعت والی حدیث کو بالکل ہی چھوڑ دیا، حالانکہ تیرہ رکعات والی حدیث میں کان کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو عربی زبان میں ماضی استمرار کے لئے ہے یعنی آپ ﷺ تیرہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ نمازِ تہجد اور نماز تراویح کو ایک کہنے والے حضرات قرآن وحدیث کی روشنی میں دونوں احادیث میں تطبیق دینے سے قاصر ہیں۔ جب پوچھا جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی آٹھ رکعات والی حدیث میں تو چار چار رکعات پڑھنے کا تذکرہ ہے لیکن عمل دو دو رکعت پڑھنے کا ہے تو جواب میں دوسری حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے جس میں نماز تہجد کو دو دو رکعت پڑھنے کا تذکرہ ہے اور وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث ہے جو بخاری (کتاب الوتر) ہی میں ہے: ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ، ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ، ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ، ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ، ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ، ثُمَّ رَکْعَتَیْنِ، ثُمَّ اَوْتِر. حضور اکرم ﷺ نے وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر نماز تہجد پہلے دو رکعت ادا کی، پھر دو رکعت ادا کی، پھر دو رکعت ادا کی، پھر دو رکعت ادا کی، پھر دو رکعت ادا کی، پھر دو رکعت ادا کی، پھر وتر پڑھے۔ بخاری کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نمازِ وتر کے علاوہ دو دو رکعت کر کے تہجد کی کل بارہ رکعات ادا فرماتے۔ آٹھ رکعت تراویح کا موقف رکھنے والے حضرات کے نزدیک تراویح اور تہجد ایک ہی نماز ہے تو ان احادیث میں تطبیق کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ غرضیکہ حضرت عائشہؓ کی پہلی حدیث سے آٹھ کا لفظ

لیا اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی اس حدیث سے دو دو رکعت پڑھنے کو لیا تو نہ تو حضرت عائشہؓ کی حدیث پر عمل ہوا اور نہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث پر عمل ہوا بلکہ اپنے اسلاف کی تقلید ہوئی، حالانکہ یہ تینوں احادیث صحیح بخاری کی ہی ہیں۔ معلوم ہوا کہ نمازِ تراویح اور نمازِ تہجد کو ایک قرار دینا ہی غلط ہے کیونکہ اس کا ثبوت دلائل شرعیہ سے نہیں دیا جا سکتا ہے۔ چاروں ائمہ میں سے کوئی بھی دونوں نمازوں کو ایک قرار دینے کا قائل نہیں ہے۔ امام بخاریؒ تو تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے، امام بخاریؒ تراویح با جماعت پڑھا کرتے تھے اور پورے رمضان میں تراویح میں ایک مرتبہ قرآن ختم کرتے تھے، جب کہ تہجد کی نماز امام بخاریؒ تنہا پڑھا کرتے تھے اور تہجد میں ہر تین رات میں ایک قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے۔ (امام بخاریؒ کے اس عمل کی تفصیلات پڑھنے کے لئے صحیح بخاری کی سب سے مشہور و معروف شرح **"فتح الباری"** کے مقدمہ کا مطالعہ فرمائیں)۔

بس بات صحیح یہی ہے کہ نماز تراویح اور نماز تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں، تہجد کی نماز تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے متعین ہوئی ہے، سورۂ المزمل کی ابتدائی آیات (**یَا اَیُّهَا الْمُزَمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلا ......**) پڑھ لیں۔ جبکہ تراویح کا عمل حضور اکرم ﷺ کے فرمان سے مشروع ہوا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **سَنَنْتُ لَهُ قِیَامَهُ** (نسائی، ابن ماجہ) تراویح کا عمل میں نے مسنون قرار دیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں جماعت کے ساتھ بیس رکعات کا باقاعدہ اہتمام کے ساتھ شروع ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے، جیسا کہ محدثین وعلماء کرام کے اقوال حوالوں کے ساتھ اوپر تحریر کئے جا چکے ہیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث کا تعلق تہجد کی نماز سے ہے جو آپ ﷺ کبھی کم، کبھی زیادہ پڑھا کرتے تھے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

بعض حضرات نے ابن خزیمہ وابن حبان میں وارد حضرت جابرؓ کی روایت سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان میں ۸ رکعات تراویح پڑھیں۔ حالانکہ یہ روایت اس قدر ضعیف ومنکر ہے کہ اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس میں ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ ہے جس کی بابت محدثین نے تحریر کیا ہے کہ اسکے پاس منکر روایات ہیں۔ متعدد احادیث ہمارے پاس بھی موجود ہیں جس میں مذکور ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ۲۰ رکعات تراویح پڑھیں: حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ بیشک نبی اکرم ﷺ ماہِ رمضان میں بلا جماعت بیس رکعات اور وتر پڑھتے تھے۔ (بیہقی، ج ا ص ۴۹۶، اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں، ابن عدی نے مسند میں اور علامہ بغوی نے مجمع صحابہ میں ذکر کیا ہے) (زجاجۃ المصابیح)۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام رافعی کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو بیس رکعات دو راتیں پڑھائیں پھر تیسری رات کو لوگ جمع ہو گئے، مگر آپ باہر تشریف نہیں لائے۔ پھر صبح کو فرمایا کہ مجھے اندیشہ تھا کہ یہ تمہارے اوپر فرض نہ ہو جائے اور تم اس کو ادا نہ کر سکو، اس لئے باہر نہیں آیا۔

دوسرے شبہ کا ازالہ:

بعض حضرات نے ایک روایت کی بنیاد پر تحریر کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعات تراویح کا حکم دیا تھا۔ یہ حدیث تین طرح سے منقول ہے اور حدیث کی سند میں شدید ضعف بھی ہے۔۔۔ نیز حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں بیس رکعات تراویح پڑھی گئیں، یہ بات سورج کی روشنی کی طرح محدثین واکابرین امت نے تسلیم کی ہے، جیسا کہ محدثین وعلماء کرام کے اقوال' حوالوں کے ساتھ اوپر تحریر کئے

جا چکے ہیں۔ لہذا اس حقیقت کا انکار کرنا صرف ہٹ دھرمی ہے۔ امام ترمذیؒ، امام غزالی ؒ، علامہ نوویؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، علامہ ابن قدامہؒ، علامہ ابن تیمیہؒ اور مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان مرحوم بھوپالیؒ نے بھی وضاحت کے ساتھ اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ مشہور غیر مقلد عالم مفتی محمد حسین بٹالویؒ نے جب پہلی دفعہ ۱۲۸۴ھ میں باضابطہ طور پر فتوی جاری کیا کہ آٹھ رکعت تراویح سنت اور بیس رکعت بدعت ہے تو اس انوکھے فتوے کی ہر طرف سے مخالفت کی گئی۔ مشہور غیر مقلد بزرگ عالم مولانا غلام رسولؒ صاحب نے خود اس فتویٰ کی سخت کلمات میں مذمت کی اور اس کو سینہ زوری قرار دیا۔ (رسالۂ تراویح ص ۲۸، ۵۶)

تیسرے شبہ کا ازالہ:

کچھ حضرات کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے اقوال میں اگر کوئی تضاد ہو تو صحابہ کے اقوال کو چھوڑ کر نبی اکرم ﷺ کے قول کو لیا جائے گا۔ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، اگر کوئی اِس میں شک بھی کرے تو اُسے اپنے ایمان کی تجدید کرنی ہوگی۔ لیکن یہاں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال میں کہیں بھی تراویح کی کوئی واضح معین تعداد مذکور نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی سنتوں سے صحابۂ کرام کو ہم سے زیادہ محبت تھی۔ اور دین میں نئی بات پیدا کرنے سے صحابۂ کرام ہم سے زیادہ ڈرنے والے تھے۔

خصوصی توجہ (حرمین میں ۲۰ رکعات تراویح)

سعودی عرب کے نامور عالم، مسجد نبوی کے مشہور مدرس اور مدینہ منورہ کے (سابق) قاضی الشیخ عطیہ محمد سالمؒ (متوفی 1999) نے نماز تراویح کی چودہ سو سالہ تاریخ پر عربی زبان میں ایک مستقل کتاب (التراویح اکثر من الف عام فی المسجد النبوی) لکھی ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں تصنیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مسجد نبوی میں نماز تراویح ہو رہی ہوتی ہے تو بعض لوگ آٹھ رکعات پڑھ کر ہی رک جاتے ہیں، ان کا یہ گمان ہے کہ آٹھ رکعات تراویح پڑھنا بہتر ہے اور اس سے زیادہ جائز نہیں ہے، اس طرح یہ لوگ مسجد نبوی میں بقیہ تراویح کے ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ ان کی اس محرومی کو دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے، لہذا میں یہ کتاب لکھ رہا ہوں تا کہ ان لوگوں کے شک وشبہات ختم ہوں اور ان کو بیس رکعات تراویح پڑھنے کی توفیق ہو جائے۔

اس کتاب میں ۱۴۰۰ سالہ تاریخ پر مدلل بحث کرنے کے بعد شیخ عطیہ محمد سالمؒ لکھتے ہیں: اس تفصیلی تجزیہ کے بعد ہم اپنے قراء سے اولاً تو یہ پوچھنا چاہیں گے کہ کیا ایک ہزار سال سے زائد اس طویل عرصہ میں کسی ایک موقع پر بھی یہ ثابت ہے کہ مسجد نبوی میں مستقل آٹھ تراویح پڑھی جاتی تھیں؟ یا چلیں بیس سے کم تراویح پڑھنا ہی ثابت ہو؟ بلکہ ثابت تو یہ ہے کہ پورے چودہ سو سالہ دور میں بیس یا اس سے زائد ہی پڑھی جاتی تھیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا کسی صحابی یا ماضی کے کسی ایک عالم نے بھی یہ فتویٰ دیا کہ ۸ سے زائد تراویح جائز نہیں ہیں اور اس نے حضرت عائشہؓ کی حدیث کو اس فتوے کی بنیاد بنایا ہو؟ ﴿نوٹ: یقیناً تراویح فرض نہیں ہے، لہذا اگر کوئی صرف ۴ رکعات ہی پڑھے تو اسے ۸ یا ۲۰ پڑھنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے، لیکن رمضان کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت مطلوب ہونے کی وجہ سے ۲۰ پڑھنا ہی زیادہ بہتر ہے﴾۔

شب قدر کی فضیلت

رمضان کی راتوں میں ایک رات' شبِ قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی خیر و برکت والی رات ہے اور جس میں عبادت کرنے کو قرآن کریم (سورۃ القدر) میں ہزار مہینوں سے افضل بتلایا گیا ہے۔ ہزار مہینوں کے ۸۳ سال اور ۴ ماہ ہوتے ہیں۔ گویا اِس رات کی عبادت پوری زندگی کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے۔ اور ہزار مہینوں سے کتنا زیادہ ہے؟ یہ صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ لہذا اِس آخری عشرہ کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیں۔ پانچوں نمازوں کو با جماعت پڑھنے کا اہتمام کریں، دن میں روزہ رکھیں، رات کا بڑا حصہ عبادت میں گزاریں، تراویح اور تہجد کا اہتمام کریں، اللہ کا ذکر کریں، دعائیں کریں اور قرآن کی تلاوت زیادہ سے زیادہ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ . وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ. لَيْلَةُ الْقَدْرِ، خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ . تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ. سَلٰمٌ، هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ. بے شک ہم نے قرآن پاک کو شبِ قدر میں اتارا ہے، یعنی قرآن کریم کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اِس رات میں اتارا ہے۔ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی عظیم الشان ہے، یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے، کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں۔ اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، یعنی ہزار مہینوں تک عبادت کرنے کا جتنا ثواب ہے اس سے زیادہ شبِ قدر کی عبادت کا ہے اور کتنا زیادہ ہے؟ یہ اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اس رات میں فرشتے اور حضرت جبرئیل اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر زمین کی طرف اترتے ہیں۔ اور یہ خیر و برکت فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔

سورۂ العلق کی ابتدائی چند آیات (اِقْـرَاْ بِـاسْـمِ رَبِّـکَ الَّذِیْ خَلَق ....) سے قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد آنے والی سورۃ القدر میں بیان کیا کہ یہ قرآن کریم رمضان کی بابرکت رات میں اترا ہے، جیسا کہ سورۂ الدخان کی آیت ۳ (اِنَّـا اَنْـزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ) اور سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۸۵ (شَهْـرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فیه القرآن) میں یہ مضمون صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

شب قدر کے دو معنی ہیں اور دونوں ہی یہاں مقصود ہیں۔ ایک یہ کہ یہ وہ رات ہے جس میں تقدیروں کے فیصلے کئے جاتے ہیں جیسا کہ سورۂ الدخان آیت ۴ میں ہے: فِیْهَا یُفْـرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ یعنی اسی رات میں ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ یہ بڑی قدر و منزلت اور عظمت و شرف والی رات ہے۔

اس رات میں قرآن کریم کے نازل ہونے کا مطلب لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اترنا ہے یا اس رات میں پورا قرآن کریم حامل وحی فرشتوں کے حوالہ کیا جانا مراد ہے یا یہ مطلب ہے کہ قرآن کریم کے نزول کی ابتدا اس رات میں ہوئی اور پھر واقعات اور حالات کے مطابق وقتاً فوقتاً ۲۳ سال کے عرصہ میں نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا۔

شب قدر کی فضیلت احادیث کی روشنی میں:

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہو، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)۔۔۔ کھڑے ہونے کا مطلب: نماز پڑھنا، تلاوتِ قرآن اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہونا ہے۔ ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ شہرت اور دکھاوے کے لئے نہیں بلکہ خالص اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے عمل کرنا ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک

رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا سارے ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہی ہے۔ (ابن ماجہ)

☆ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شبِ قدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔ (بخاری) (مذکورہ حدیث کے مطابق' شب قدر کی تلاش ۲۱ ویں، ۲۳ ویں، ۲۵ ویں، ۲۷ ویں، ۲۹ ویں راتوں میں کرنی چاہئے)۔ بعض احادیث سے شب قدر کا ۲۷ ویں شب میں ہونے کا اشارہ ملتا ہے، البتہ دیگر احادیث میں دوسری رات کا بھی ذکر ملتا ہے، لہذا ہمیں آخری عشرہ کی ہر رات میں عبادت کرنی چاہئے۔

☆ حضرت عائشہؓ نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چلے تو کیا دعا مانگوں؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پڑھو: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفُوَ فَاعْفُ عَنِّی (اے اللہ تو بیشک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس مجھے بھی معاف فرمادے) (مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی)

شب قدر کی دو اھم علامتیں:

شب قدر کی دو اہم علامتیں کتب احادیث میں مذکور ہیں: ایک یہ کہ (موسم کے لحاظ سے) رات نہ بہت زیادہ گرم اور نہ بہت زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور دوسری علامت یہ ہے کہ شب قدر کے بعد صبح کو سورج کے طلوع ہونے کے وقت سورج کی شعاعیں یعنی کرنیں نہیں ہوتی ہیں۔

نوٹ: اختلافِ مطالع کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں شبِ قدر مختلف دنوں میں ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں کیونکہ ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شبِ قدر قرار پائے گی اُس جگہ اُسی رات میں شبِ قدر کی برکات حاصل ہوں گی، انشاءاللہ۔

اعتکاف کے فضائل مسائل اور احکام

اعتکاف: ثواب کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔ اعتکاف میں انسان دنیاوی مشاغل چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے در یعنی مسجد کا رخ کرتا ہے۔ پوری توجہ کے ساتھ عبادت میں مشغول رہنے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو خاص تعلق اور قربت پیدا ہوتی ہے وہ تمام عبادتوں میں ایک نرالی شان رکھتی ہے۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

مسنون اعتکاف: یہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے جو سنت علی الکفایہ ہے یعنی محلّہ میں اگر ایک شخص بھی اعتکاف کرلے تو سب کے ذمہ سے ساقط ہوجائے گا ورنہ سب ترکِ سنت کے گناہ گار ہوں گے۔ رمضان المبارک کی بیس تاریخ کو سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے اعتکاف شروع کیا جاتا ہے اور عید کا چاند نظر آنے تک جاری رہتا ہے۔ اس اعتکاف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے تقرب کے ساتھ شب قدر کی عبادت حاصل ہوجاتی ہے جس میں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہزار مہینوں یعنی ۸۳ سال کی عبادت سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ ۲ ہجری میں روزہ کی فرضیت کے بعد سے وفات تک نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ رمضان میں اعتکاف فرمایا۔

واجب اعتکاف: یہ نذر ماننے کی وجہ سے لازم ہوتا ہے: مثلاً کوئی شخص کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں اتنے دن کا اعتکاف کروں گا۔ نذر کے لئے روزہ کے ساتھ کم از کم ایک دن کا اعتکاف ضروری ہوتا ہے۔

مستحب اعتکاف: جب بھی آدمی مسجد میں داخل ہو تو یہ نیت کرلے کہ جب تک میں اس مسجد میں رہوں گا اعتکاف کی نیت کرتا ہوں۔ اس اعتکاف میں وقت اور روزہ کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ مسجد سے نکلنے پر اعتکاف ختم ہوجاتا ہے۔

مسنون اعتکاف سے متعلق بعض احادیث نبویہ:

☆ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرہ میں بھی، پھر خیمہ سے جس میں اعتکاف فرمارہے تھے، باہر سر نکال کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا پھر اسی کی وجہ سے دوسرے عشرہ میں کیا، پھر مجھے کسی (یعنی فرشتہ) نے بتایا کہ وہ رات آخری عشرہ میں ہے، لہذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کررہے ہیں وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کریں۔ (بخاری مسلم)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، وفات تک آپ کا یہ معمول رہا۔ آپ ﷺ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اہتمام سے اعتکاف کرتی رہیں۔ (بخاری ومسلم)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے لیکن جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ (بخاری)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اعتکاف کرنے والے کے لئے فرمایا کہ وہ (اعتکاف کی وجہ سے مسجد میں مقید ہوجانے کی وجہ سے) گناہوں سے بچارہتا ہے اور اس کے لئے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کرنے والے کے لئے (یعنی اعتکاف کرنے والا بہت سے نیک اعمال مثلاً جنازہ میں شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ سے اعتکاف کی وجہ سے رکا رہتا ہے، ان اعمال کا اجروثواب اعتکاف کرنے والے کو کئے بغیر بھی ملتا رہتا ہے)۔ (ابن ماجہ)

اعتکاف کے بعض اہم مسائل واحکام:

☆ معتکف کو بلا ضرورت شرعیہ وطبعیہ اعتکاف والی مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔

☆ معتکف کے متعلقین میں سے کوئی سخت بیمار ہو جائے یا کسی کی وفات ہو جائے یا کوئی بڑا حادثہ پیش آجائے یا معتکف خود ہی سخت بیمار ہو جائے یا اسکی جان ومال کو خطرہ لاحق ہو جائے تو معتکف کے مسجد سے چلے جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا لیکن ایسی مجبوری میں چلے جانے سے گناہ نہیں ہوگا ان شاء اللہ۔ البتہ بعد میں قضا کرنی چاہئے۔

صدقۂ فطر کے فضائل، مسائل اور احکام

زکاۃ کی دو قسمیں ہیں: زکاۃ المال: یعنی مال کی زکاۃ جو مال کی ایک خاص مقدار پر فرض ہے۔ زکاۃ الفطر: یعنی بدن کی زکاۃ، اس کو صدقۂ فطر کہا جاتا ہے۔

صدقۂ فطر کیا ہے: فطر کے معنی روزہ کھولنے یا روزہ نہ رکھنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اُس صدقہ کا نام صدقۂ فطر ہے جو ماہِ رمضان کے ختم ہونے پر روزہ کھل جانے کی خوشی اور شکریہ کے طور پر ادا کیا جاتا ہے، نیز صدقۂ فطر رمضان کی کوتاہیوں اور غلطیوں کا کفارہ بھی بنتا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (زَكَاةُ الْفِطْرِ طُهْرَةٌ لِّلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةٌ لِّلْمَسَاكِين) صدقۂ فطر روزہ دار کی بے کار بات اور فحش گوئی سے روزے کو پاک کرنے کے لئے اور مساکین کو کھانا کھلانے کے لئے مقرر کیا ہے۔ (ابوداود ح ۱۶۰۶، ابن ماجہ ح ۱۸۲۷)

صدقۂ فطر مقرر ہونے کی وجہ: عیدالفطر میں صدقہ اِس واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ اِس میں روزہ داروں کے لئے گناہوں سے پاکیزگی اور اُن کے روزوں کی تکمیل ہے۔ نیز مالداروں کے گھروں میں تو اُس روز عید ہوتی ہے، مختلف قسم

کے پکوان پکتے ہیں، اچھے کپڑے پہنے جاتے ہیں، جبکہ غریبوں کے گھروں میں بوجہ غربت اسی طرح روزہ کی شکل موجود ہوتی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مالدار اور اچھے کھاتے پیتے لوگوں پر لازم ٹھہرایا کہ غریبوں کو عید سے پہلے صدقۂ فطر دے دیں تاکہ وہ بھی خوشیوں میں شریک ہوسکیں، وہ بھی اچھا کھا پی سکیں اور اچھا پہن سکیں۔

صدقۂ فطر کا وجوب: متعدد احادیث سے صدقۂ فطر کا وجوب ثابت ہے، اختصار کے مدنظر تین احادیث پر اکتفاء کررہا ہوں:

☆☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر مسلمانوں پر واجب قرار دیا ہے خواہ وہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا۔ (بخاری ومسلم) ☆☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ اپنے روزوں کا صدقہ نکالو۔ (ابوداود) ☆☆ اسی طرح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ کی گلیوں میں ایک منادی کو اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ صدقۂ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، چھوٹا ہو یا بڑا۔ (ترمذی)

صدقۂ فطر کس پر واجب ہے: امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے مطابق جو مسلمان اتنا مالدار ہو کہ ضروریات سے زائد اُس کے پاس اُتنی قیمت کا مال واسباب موجود ہو جتنی قیمت پر زکاۃ واجب ہوتی ہے تو اُس پر عید الفطر کے دن صدقۂ فطر واجب ہوگا، چاہے وہ مال واسباب تجارت کے لئے ہو یا نہ ہو، چاہے اُس پر سال گزرے یا نہیں۔ غرضیکہ صدقۂ فطر کے وجوب کے لئے زکاۃ کے فرض ہونے کی تمام شرائط کا پایا جانا ضروری نہیں ہے۔ دیگر علماء کے نزدیک صدقۂ فطر کے وجوب کے لئے نصاب زکاۃ کا مالک ہونا بھی شرط نہیں ہے یعنی جس کے پاس ایک دن اور ایک رات سے زائد

کی خوراک اپنے اور زیر کفالت لوگوں کے لئے ہو تو وہ اپنی طرف سے اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرے۔

صدقۂ فطر کے واجب ہونے کا وقت: عیدالفطر کے دن صبح ہوتے ہی یہ صدقہ واجب ہو جاتا ہے۔لہٰذا جو شخص صبح ہونے سے پہلے ہی انتقال کر گیا تو اُس پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہوا اور جو بچہ صبح سے پہلے پیدا ہوا تو اُس کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے گا۔

صدقۂ فطر کی ادائیگی کا وقت: صدقۂ فطر کی ادائیگی کا اصل وقت عیدالفطر کے دن نمازِ عید سے پہلے ہے البتہ رمضان کے آخر میں کسی بھی وقت ادا کیا جا سکتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ صدقۂ فطر نماز کیلئے جانے سے قبل ادا کر دیا جائے۔ (بخاری ح ۱۵۰۹ ومسلم ح ۲۲۸۵) حضرت نافع ؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر کے چھوٹے بڑے تمام افراد کی طرف سے صدقۂ فطر دیتے تھے حتیٰ کہ میرے بیٹوں کی طرف سے بھی دیتے تھے اور عیدالفطر سے ایک یا دو دن پہلے ہی ادا کر دیتے تھے۔ (بخاری ح ۱۵۱۱) نمازِ عیدالفطر کی ادائیگی تک صدقۂ فطر ادا نہ کرنے کی صورت میں نمازِ عید کے بعد بھی قضا کے طور پر دے سکتے ہیں لیکن اتنی تاخیر کرنا بالکل مناسب نہیں ہے کیونکہ اِس سے صدقۂ فطر کا مقصود و مطلوب ہی فوت ہو جاتا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کے الفاظ ہیں کہ جس نے اسے نماز عید سے پہلے ادا کر دیا تو یہ قابل قبول زکاۃ (صدقۂ فطر) ہوگی اور جس نے نماز کے بعد اسے ادا کیا تو وہ صرف صدقات میں سے ایک صدقہ ہی ہے۔ (ابوداود ح ۱۶۰۶) لہٰذا نماز عید سے قبل ہی صدقۂ فطر ادا کریں۔

صدقۂ فطر کی مقدار: کھجور اور کشمش کو صدقۂ فطر میں دینے کی صورت میں علماء امت کا اتفاق ہے کہ اس میں ایک صاع (نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کا ایک پیمانہ) صدقۂ فطر ادا کرنا ہے البتہ گیہوں کو صدقۂ فطر میں دینے کی صورت میں اس کی مقدار کے متعلق علماء امت میں زمانۂ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ اکثر علماء کی رائے ہے کہ گیہوں میں آدھا صاع صدقۂ فطر میں ادا کیا جائے۔ حضرت عثمان، حضرت ابو ہریرہ، حضرت جابر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہم سے صحیح سندوں کے ساتھ گیہوں میں آدھا صاع مروی ہے۔ ہندوستان و پاکستان کے علماء بھی مندرجہ ذیل احادیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ صدقۂ فطر میں گیہوں آدھا صاع ہے، یہی رائے مشہور و معروف تابعی حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی تحریر کیا ہے کہ صدقۂ فطر میں آدھا صاع گیہوں نکالنا کافی ہے۔ (الاختیارات الفقہیہ ص ۱۸۳)

صدقۂ فطر میں آدھا صاع گیہوں کے دلائل :

☆ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم جَو یا کھجور یا کشمش سے ایک صاع صدقۂ فطر دیا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہؓ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگوں نے گیہوں سے صدقۂ فطر نکالنے کے سلسلہ میں ان سے گفتگو کی تو آپ نے فرمایا کہ گیہوں سے صدقۂ فطر میں آدھا صاع دیا جائے، چنانچہ لوگوں نے اسی کو معمول بنالیا۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی سب سے زیادہ مشہور و معروف شرح لکھنے والے، ریاض الصالحین کے مصنف امام نوویؒ مسلم کی شرح میں تحریر کرتے ہیں کہ اسی حدیث کی بنیاد پر حضرت امام ابوحنیفہؒ اور دیگر فقہاء نے گیہوں سے آدھے صاع کا فیصلہ کیا ہے۔

☆ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گیہوں کے ایک صاع سے دو آدمیوں کا صدقۂ

فطر ادا کرو۔ کھجور اور جو کے ایک صاع سے ایک آدمی کا صدقۂ فطر ادا کرو۔ (دار قطنی، مسند احمد)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے صدقۂ فطر میں ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو ضروری قرار دی۔ صحابۂ کرام نے گیہوں کے آدھے صاع کو اس کے برابر قرار دیا۔ (بخاری و مسلم)

☆ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ صدقۂ فطر ہر چھوٹے بڑے اور آزاد و غلام پر گیہوں کا آدھا صاع اور کھجور و جو کا ایک صاع ضروری ہے۔ (اخرجہ عبدالرزاق)

☆ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا صدقۂ فطر میں گیہوں کا آدھا صاع اور کھجور و جو کا ایک صاع ادا کرتی تھیں۔ (اخرجہ ابن ابی شیبہ)

☆☆☆ غرضیکہ اکثر علماء کے قول کے مطابق جو یا کھجور یا کشمش کا ایک صاع (تقریباً ساڑھے تین کیلو) یا گیہوں کا نصف صاع (تقریباً پونے دو کیلو) یا اسکی قیمت صدقۂ فطر میں ادا کرنی چاہئے، غرضیکہ ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق ادا کردے۔

کیا غلہ واناج کے بدلے قیمت دی جاسکتی ہے؟

حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام بخاریؒ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت حسن بصریؒ، اور علماء احناف نے تحریر کیا ہے کہ غلہ واناج کی قیمت بھی صدقۂ فطر میں دی جاسکتی ہے۔ زمانہ کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے اب تقریباً تمام ہی مکاتبِ فکر کا اتفاق ہے کہ عصر حاضر میں غلہ واناج کے بدلے قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔ صدقۂ فطر میں گیہوں کی قیمت دینے والے حضرات تقریباً پونے دو کیلو گیہوں کی قیمت بازار کے بھاؤ کے اعتبار سے ادا کریں اور جو مالدار حضرات کھجور یا کشمش سے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہیں تو وہ ایک صاع یعنی تقریباً ساڑھے تین کیلو کی قیمت ادا کریں، اس میں غریبوں کا فائدہ ہے۔

صدقۂ فطر کے مستحق کون ھیں؟

صدقۂ فطر غریب وفقیر مساکین کو دیا جائے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں گزرا (طُعْمَةً لِّلْمَسَاكِين)۔

صدقۂ فطر سے متعلق چند مسائل:

☆ ایک شہر سے دوسرے شہر میں صدقۂ فطر بھیجنا مکروہ ہے، (یعنی جہاں آپ رہ رہے ہیں مثلاً ریاض میں تو وہیں صدقۂ فطر ادا کریں) ہاں اگر دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں غریب رشتہ دار رہتے ہیں یا وہاں کے لوگ زیادہ مستحق ہیں، تو اُن کو بھیج دیا تو مکروہ نہیں ہے۔ ☆☆ ایک آدمی کا صدقۂ فطر کئی فقیروں کو اور کئی آدمیوں کا صدقۂ فطر ایک فقیر کو دیا جاسکتا ہے۔ ☆☆ جس شخص نے کسی وجہ سے رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھے اُسے بھی صدقۂ فطر ادا کرنا چاہئے۔ ☆☆ آجکل جو نوکر چاکر اجرت پر کام کرتے ہیں ان کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا مالک پر واجب نہیں ہے۔

وضاحت: بخاری ومسلم میں حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صدقۂ فطر میں ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع کشمش یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کھانے کی اشیاء سے دیا جائے اور کھانے کی اشیاء سے مراد جو یا کھجور یا پنیر یا کشمش ہے جیسا کہ اس حدیث کے خود راوی صحابی رسول حضرت ابوسعید خدریؓ نے حدیث کے آخر میں وضاحت کی ہے۔ لیکن اس میں کسی بھی جگہ گیہوں کا تذکرہ نہیں ہے، غرضیکہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال میں کسی بھی جگہ مذکور نہیں ہے کہ گیہوں سے ایک صاع دیا جائے، ہاں حدیث کی ہر مشہور ومعروف کتاب حتی کہ بخاری ومسلم میں موجود ہے کہ صدقۂ فطر میں گیہوں دینے کی صورت میں صحابۂ کرام آدھا صاع (یعنی تقریباً پونے دو کیلوگرام) گیہوں دیا کرتے تھے جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث میں مذکور ہے۔

مسئلۂ رویت ہلال (چاند کا مسئلہ)

اسلامی مہینوں کا آغاز چاند کی رویت پر مبنی ہوتا ہے، یعنی چاند کے نظر آنے پر مہینہ ۲۹ دن ورنہ ۳۰ دن کا شمار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزہ کے متعلق امت مسلمہ کو حکم دیا: فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ تم میں سے جو شخص ماہ رمضان کو پالے اس پر لازم ہے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے۔ لہذا ماہِ رمضان ودیگر مہینوں کی ابتداء اوران کے اختتام کو احادیث نبویہ کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں:

☆☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی عید کے لئے افطار کرو۔ (بخاری)

☆☆ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مہینہ (کم از کم) انتیس راتوں کا ہوتا ہے، اس لئے جب تک انتیس کا چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ رکھو اور اگر چاند تمہیں نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کر کے روزے رکھو۔ (بخاری)

ان مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ ہمیں چاند دیکھ کر روزہ شروع کرنا چاہئے ورنہ تیس شعبان کے بعد سے روزہ شروع کیا جائے گا، اسی طرح چاند دیکھ کر عید کرنی چاہئے ورنہ تیس روزے رکھ کر عید الفطر منائی جائے گی۔ البتہ دیگر متعدد احادیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ ہر ہر شخص کا چاند دیکھنا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر کچھ باشرع حضرات نے چاند دیکھ لیا اوران سے باقاعدہ طور پر شہادت لے کر رویت ہلال کمیٹی نے چاند کے نظر آنے کا اعلان کردیا تو ہر شخص کو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ مگر ہم بعض

ملکوں میں اقلیت میں ہونے نیز مختلف جماعتوں میں منقسم ہونے کی وجہ سے ہمارے پاس ایسی بااثر رویت ہلال کمیٹی موجود نہیں ہوتی ہے کہ جس کے اعلان کرنے پر سب کے ذمہ اسکی پابندی لازم ہو جائے۔ اس وجہ سے کبھی کبھی ایک ہی شہر اور محلّہ میں ایک سے زیادہ عید نظر آتی ہیں، جس سے دوسروں کو غلط پیغام پہونچتا ہے، اگرچہ دینی اور سائنسی دونوں نقطۂ نظر سے پوری دنیا میں ایک ہی دن عید کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ خیرالقرون میں بھی ملکِ شام میں مدینہ سے ایک روز قبل رمضان شروع ہوا۔ نیز مکہ یا مدینہ منورہ میں ایک جگہ چاند نظر آنے پر ۴۵۰ کیلومیٹر کی دوری کے باوجود دوسری جگہ اس کو تسلیم کیا گیا۔ سائنس کے اعتبار سے بھی تحقیقی بات یہی ہے کہ چاند کے نکلنے کی جگہیں (مطالع) مختلف ہوتی ہیں اور ۲۹ کا چاند ہر جگہ نظر نہیں آتا ہے خواہ موسم بالکل صاف ہی کیوں نہ ہو بلکہ ہر ماہ چاند کے طلوع ہونے کی جگہ مختلف ہوتی ہے۔

لہذا اگر تجربات اور تحقیق سے معلوم ہو کہ فلاں علاقہ کے حضرات ایک مطلع کے تحت ہیں تو ایک جگہ چاند نظر آنے پر اسی مطلع کے ضمن میں آنے والے تمام حضرات کو چاند کی شہادت اور اس شہادت کی بنیاد پر چاند کی پہلی تاریخ تسلیم کر لینی چاہئے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال وافعال اور صحابۂ کرام کے تعامل سے ہر ہر شخص کا چاند دیکھنا ضروری نہیں ہے۔

عید الفطر کے فضائل، مسائل اور احکام

☆ عید الفطر کی شب میں عبادت کرنا مستحب ہے جیسا کہ حدیث میں گزرا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے متعلق میری امت کو خاص طور پر پانچ چیزیں دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملیں۔۔۔جن میں سے ایک یہ ہے کہ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کردی جاتی ہے۔صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ کیا یہ شبِ مغفرت شبِ قدر ہی تو نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کا کام ختم ہوتے ہی اسے مزدوری دے دی جاتی ہے۔(مسند احمد، بزار، بیہقی، ابن حبان) معلوم ہوا کہ عید کی رات میں بھی ہمیں عبادت کرنی چاہئے اور اِس بابرکت رات میں خرافات میں لگنے اور بازاروں میں گھومنے کے بجائے عشاء اور فجر کی نمازوں کی وقت پر ادائیگی کرنی چاہئے، نیز تلاوتِ قرآن، ذکرواذکار اور دعاؤں میں اپنے آپ کو مشغول رکھنا چاہئے یا کم از کم نمازِ عشاء اور نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا کریں۔

☆ عید الفطر کے دن میں روزہ رکھنا حرام ہے جیسا کہ حدیث میں گزرا۔

☆ عید کے دن غسل کرنا، مسواک کرنا، حسبِ استطاعت عمدہ کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، صبح ہونے کے بعد عید کی نماز سے پہلے کھجور یا کوئی میٹھی چیز کھانا، عید کی نماز کیلئے جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا، ایک راستہ سے عید گاہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا، نماز کیلئے جاتے ہوئے تکبیر کہنا (اَللّٰهُ اَکْبَر، اَللّٰهُ اَکْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، وَاللّٰهُ اَکْبَر، اَللّٰهُ اَکْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد)، یہ سب عید کی سنتوں میں سے ہیں۔

☆ حضور اکرم ﷺ عید الفطر میں نماز سے پہلے کچھ کھا کر ہی جاتے تھے اور عید الاضحیٰ میں بغیر کھائے جاتے تھے۔ (ترمذی)

☆ عید الفطر کے روز نماز عید سے قبل نمازِ اشراق نہ پڑھیں۔ (بخاری ومسلم)

عیدالفطر کی ۲ رکعت نماز میں ٦ زائد تکبیریں:

☆ عیدالفطر کے دن جماعت کے ساتھ دو رکعت کا بطور شکر یہ ادا کرنا واجب ہے۔

☆ عیدالفطر کی نماز کا وقت طلوعِ آفتاب کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے۔

☆ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز میں زائد تکبیریں بھی کہی جاتی ہیں جنکی تعداد میں فقہاء میں اختلاف ہے، البتہ زائد تکبیروں کے کم یا زیادہ ہونے کی صورت میں امتِ مسلمہ نماز کے صحیح ہونے پر متفق ہے۔ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مشہور فقیہ و محدث حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ٦ زائد تکبیروں کے قول کو اختیار کیا ہے۔

☆ حضرت سعید بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر میں کتنی تکبیریں کہتے تھے؟ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے جواب دیا: چار تکبیریں کہتے تھے جنازہ کی تکبیروں کی طرح۔ حضرت حذیفہؓ نے (حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی تصدیق کرتے ہوئے) کہا کہ انہوں نے سچ کہا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے بتایا کہ جب میں بصرہ میں گورنر تھا تو وہاں بھی ایسے ہی کیا کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد. باب التکبیر فی العیدین، السنن الکبری للبیهقی .باب فی ذکر الخبر الذی قد روی فی التکبیر اربعاً)

☆ احادیث کی متعدد کتابوں میں جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے عیدین کی چار تکبیریں (پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ اور دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر کے ساتھ) منقول ہے۔ یاد رکھیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے خصوصی شاگرد ہیں، بلکہ حقیقت یہ

ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ ہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرآن وحدیث فہمی کے حقیقی وارث بنے۔

☆ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد تکبیراتِ جنازہ کی تعداد میں اختلاف ہوا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت میں حضرات صحابۂ کرام نے باہمی غور وخوض کے بعد اس امر پر اتفاق کیا کہ جنازہ کی بھی چار تکبیریں ہیں نماز عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کی چار تکبیروں کی طرح (پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ اور دوسری رکعت میں رکوع کی تکبیر کے ساتھ)۔ (طحاوی . التکبیر علی الجنائز کم ھو؟)

غرضیکہ عہد فاروقی میں اختلافی مسئلہ " تکبیراتِ جنازہ" کو طے شدہ مسئلہ " تکبیراتِ عید" کے مشابہ قرار دے کر چار کی تعیین کر دی گئی۔

﴿وضاحت﴾: امام طحاوی حنفی ؒ (۲۲۹ھ۔۳۲۱ھ) بہت مشہور ومعروف محدث وفقیہ گزرے ہیں جنہوں نے عقیدہ پر ایک ایسی کتاب "العقیدة الطحاویة" تحریر فرمائی ہے جو عرب وعجم میں بہت زیادہ مقبول ہے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس سے بہتر کتاب عقیدہ کے موضوع پر تصنیف نہیں کی گئی۔ عرب ممالک کی متعدد یونیورسٹیوں اور علمی اداروں کے نصاب میں داخل ہے۔

☆☆☆ عید کی نماز کے بعد امام کا خطبہ پڑھنا سنت ہے، خطبہ شروع ہو جائے تو خاموش بیٹھ کر اُس کا سننا واجب ہے۔ جو لوگ خطبہ کے دوران بات چیت کرتے رہتے ہیں یا خطبہ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔

رمضان المبارک کے بعد

ماہِ رمضان کے ختم ہونے کے بعد بھی برائیوں سے اجتناب اور نیک اعمال کی طرف سبقت کا سلسلہ باقی رہنا چاہئے کیونکہ اسی میں ہم سب کے لئے دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی ہے۔ چند اعمال تحریر کررہا ہوں، دیگر اعمال صالحہ کے ساتھ ان کا بھی خاص اہتمام رکھیں۔

فرض نماز کی پابندی: نماز ایمان کے بعد دین اسلام کا سب سے اہم اور بنیادی رکن ہے جسکی ادائیگی ہر عاقل وبالغ مسلمان پر فرض ہے۔ لیکن انتہائی فکر کی بات ہے کہ مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد اِس اہم فریضہ سے بے پرواہ ہے۔ رمضان کے مبارک ماہ میں تو نماز کا اہتمام کرلیتے ہیں مگر رمضان کے بعد پھر کوتاہی اور سستی کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ قرآن وحدیث میں اِس فریضہ کی بہت زیادہ اہمیت اور تاکید وارد ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان اور غیر رمضان ہر وقت نماز کا پابند بنائے۔

☆ اِنَّ الصَّلاۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَاباً مَوْقُوْتاً (سورۃ النساء ۱۰۳) یقیناً نماز مؤمنوں پر مقررہ وقتوں پر فرض ہے۔ دن رات میں کل ۱۷ رکعتیں ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہیں: فجر کی ۲ رکعت، ظہر کی ۴ رکعت، عصر کی ۴ رکعت، مغرب کی ۳ رکعت اور عشاء کی ۴ رکعت۔ ☆☆☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب لیا جائیگا۔ اگر نماز درست ہوئی تو وہ کامیاب وکامران ہوگا اور اگر نماز درست نہ ہوئی تو وہ ناکام اور خسارہ میں ہوگا۔ (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابوداود، مسند احمد)

☆ حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، جو اِن

نمازوں کو اس طرح لے کر آئے کہ ان میں لاپرواہی سے کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہ کا عہد ہے کہ اس کو جنت میں ضرور داخل فرمائے گا۔ اور جو شخص ایسا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اس سے نہیں، چاہے اسکو عذاب دے چاہے جنت میں داخل کردے۔ (موطا مالک، ابن ماجہ، ابوداود، مسند احمد)

☆ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آخری وصیت یہ ارشاد فرمائی: نماز، نماز۔۔۔ (یعنی نماز کا اہتمام کرو)۔ جس وقت آپ ﷺ نے یہ وصیت فرمائی آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے۔ (مسند احمد)

☆ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے گورنوں کو یہ حکم جاری فرمایا کہ میرے نزدیک تمہارے امور میں سب سے زیادہ اہمیت نماز کی ہے۔ جس نے نمازوں کی پابندی کرکے اسکی حفاظت کی اس نے پورے دین کی حفاظت کی اور جس نے نمازوں کو ضائع کیا وہ نماز کے علاوہ دین کے دیگر ارکان کو زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔ (موطا مالک)

نمازِ وتر کی پابندی: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک ایسی نماز کا اضافہ کیا ہے جو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے اور وہ وتر کی نماز ہے جس کا وقت عشاء کی نماز سے طلوعِ فجر تک ہے۔ (ابن ماجہ، ترمذی، ابوداود) ☆☆☆ حدیث کی تقریباً ہر مشہور و معروف کتاب میں نبی اکرم ﷺ کا امت مسلمہ کو نمازِ وتر پڑھنے کا امر (حکم) موجود ہے جو عموماً وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ لہذا ہمیں بعد نمازِ عشاء یا اذانِ فجر سے قبل وتر پڑھنے کی پابندی کرنی چاہئے۔

سنن مؤکدہ کا اہتمام: حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے دن اور رات میں بارہ رکعتیں پڑھیں جو کہ فرض نہیں ہیں، اُس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیا گیا۔ (مسلم)

ترمذی میں یہ حدیث وضاحت کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ حضرت ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دن رات میں یہ بارہ رکعتیں پڑھے گا اُس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا: ۴ ظہر سے پہلے، ۲ ظہر کے بعد، ۲ مغرب کے بعد، ۲ عشاء کے بعد اور ۲ فجر سے پہلے۔

قرآن کی تلاوت کا اہتمام: تلاوتِ قرآن کا روزانہ اہتمام کریں خواہ مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ علماءِ کرام کی سرپرستی میں قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم میں وارد احکام ومسائل کو سمجھ کر اُن پر عمل کریں اور دوسروں کو پہونچائیں۔ یہ میری، آپکی اور ہر شخص کی ذمہ داری ہے۔ ریاض الصالحین، معارف الحدیث اور منتخب احادیث جیسی مختصر مگر اہم کتب احادیث کا مطالعہ کریں۔

حلال رزق پر اکتفا: حرام رزق کے تمام وسائل سے بچ کر صرف حلال رزق پر اکتفا کریں خواہ مقدار میں بظاہر کم ہی کیوں نہ ہو کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کل قیامت کے دن کسی انسان کا قدم اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکتا یہاں تک کہ وہ پانچ سوالوں کا جواب نہ دیدے۔ ان پانچ سوالات میں سے دو سوال مال کے متعلق ہیں کہ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

بچوں کی دینی تعلیم وتربیت: ہماری یہ کوشش وفکر ہونی چاہئے کہ ہماری اولاد اہم وضروری مسائل شرعیہ سے واقف ہوکر دنیاوی زندگی گزارے اور اخروی امتحان میں کامیاب ہوجائے کیونکہ اخروی امتحان میں ناکامی کی صورت میں دردناک عذاب ہے، جسکی تلافی مرنے کے بعد ممکن نہیں ہے، مرنے کے بعد آنسو کے سمندر بلکہ خون کے آنسو بہانے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

ماہِ شوال کے ٦ روزوں کے فضائل اور مسائل

شوال کے ٦ روزوں کے سنت ہونے پر جمہور علماء کا اتفاق ہے، صرف امام مالکؒ نے اپنی کتاب موطا امام مالکؒ میں (رمضان کے فوراً بعد یعنی عیدالفطر کے دوسرے دن سے) ان ٦ روزوں کے اہتمام کو مکروہ تحریر کیا ہے۔ بعض حضرات نے عیدالفطر کے فوراً بعد ان چھ روزوں کو رکھ کر ساتویں شوال کی شام کو ایک تقریب کی صورت بنانی شروع کردی تھی، ممکن ہے کہ اسی وجہ سے امام مالکؒ نے عیدالفطر کے دوسرے دن سے اہتمام کے ساتھ ان ٦ روزے رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہوتا کہ رمضان اور غیر رمضان کے روزوں میں فرق کیا جاسکے، جیسا کہ امام قرطبیؒ نے تحریر کیا ہے کہ خراسان کے بعض حضرات نے رمضان کی طرح عیدالفطر کے ان ٦ روزوں کا اہتمام کیا۔۔۔ جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ شوال کے ٦ روزے سنت ہیں اور عیدالفطر کے دوسرے دن سے ان کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔ احادیث میں ٦ روزے مسلسل رکھنے کا ذکر نہیں ہے، لہذا یہ چھ روزے ماہِ شوال میں عیدالفطر کے بعد لگاتار بھی رکھے جاسکتے ہیں اور بیچ میں ناغہ کرکے بھی۔

ماہِ شوال کے ٦ روزے رکھنے کی فضیلت:

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اُس کے بعد چھ دن شوال کے روزے رکھے تو وہ ایسا ہے گویا اُس نے سال بھر روزے رکھے۔ (صحیح مسلم، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ)

اس مذکورہ حدیث میں دہر کا لفظ آیا ہے جس کے اصل معنی زمانے کے ہیں لیکن دیگر احادیث کی روشنی میں یہاں سال مراد ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو بشارت دی ہے کہ ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کے

بعد شوال کے چھ روزے رکھنے والا اس قدر اجر وثواب کا حقدار ہوتا ہے کہ گویا اس نے پورے سال روزے رکھے، اللہ تعالیٰ کے کریمانہ قانون کے مطابق ایک نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا ملتا ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ (سورۃ الانعام ۱۶۰) تو اس طرح جب کوئی ماہ رمضان کے روزے رکھے گا تو دس مہینوں کے روزوں کا ثواب ملے گا اور جب شوال کے چھ روزے رکھے گا تو ۶۰ دنوں کے روزوں کا ثواب ملے گا تو اس طرح مل کر بارہ مہینوں یعنی ایک سال کے برابر ثواب ہو جائے گا۔

مذکورہ فضیلت کے علاوہ علماء کرام نے تحریر کیا ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں میں جو کوتاہیاں سرزد ہو جاتی ہیں، شوال کے ان چھ روزوں سے اللہ تعالیٰ اس کوتاہی اور کمی کو دور فرما دیتے ہیں۔ اس طرح ان چھ روزوں کی رمضان کے فرض روزوں سے وہی نسبت ہوگی جو سنن ونوافل کی فرض نمازوں کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ سنن ونوافل کے ذریعہ فرض نمازوں کی کوتاہیوں کو پورا فرما دیتا ہے جیسا کہ واضح طور پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

نوٹ: اگر کسی شخص نے ان چھ روزوں کو رکھنا شروع کیا، لیکن کسی وجہ سے ایک یا دو روزہ رکھنے کے بعد دیگر روزے نہیں رکھ سکا تو اس پر باقی روزوں کی قضا ضروری نہیں ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص ہر سال ان روزوں کے رکھنے کا اہتمام کرتا ہے مگر کسی سال نہ رکھ سکا تو وہ گناہگار نہیں ہے اور نہ ہی اس پر ان روزوں کی قضا واجب ہے۔

زکاۃ کے مسائل

زکاۃ کے معنی: زکاۃ کے معنی پاکیزگی، بڑھوتری اور برکت کے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ** اُن کے مال سے زکاۃ لو تا کہ اُن کو پاک کرے اور با برکت کرے اُس کی وجہ سے اور دعا دے اُن کو۔ (سورۃ التوبۃ۱۰۳) شرعی اصطلاح میں مال کے اُس خاص حصہ کو زکاۃ کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فقیروں محتاجوں وغیرہ کو دے کر انہیں مالک بنا دیا جائے۔

زکاۃ کا حکم: قرآن کریم کی آیات اور حضور اکرم ﷺ کے ارشادات سے زکاۃ کی فرضیت ثابت ہے۔ جو شخص زکاۃ کے فرض ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

زکاۃ کی فرضیت کب ہوئی: زکاۃ کی فرضیت ابتداء اسلام میں ہی مکہ مکرمہ کے اندر نازل ہو چکی تھی، جیسا کہ امام تفسیر ابن کثیرؒ نے سورۂ مزمل کی آیت فَاَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ سے استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ یہ سورت مکی ہے اور بالکل ابتداء وحی کے زمانہ کی سورتوں میں سے ہے۔ البتہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءِ اسلام میں زکاۃ کے لئے کوئی خاص نصاب یا خاص مقدار مقرر نہ تھی، بلکہ جو کچھ ایک مسلمان کی اپنی ضرورت سے بچ جاتا، اُس کا ایک بڑا حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا۔ نصاب کا تعین اور مقدارِ زکاۃ کا بیان مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد ہوا۔

زکاۃ کے فوائد: زکاۃ ایک اہم عبادت ہے، اللہ کا حکم ہے، زکاۃ نکالنے سے ہمیں کوئی منفعت حاصل ہو یا نہ ہو، کوئی فائدہ ملے یا نہ ملے، اللہ کے حکم کی اطاعت بذات خود مقصود ہے۔ اصل مقصد تو زکاۃ کا یہ ہے، لیکن اللہ کا کرم ہے جو کوئی بندہ زکاۃ نکالتا ہے تو اللہ اُس کو دنیاوی فوائد بھی عطا فرماتے ہیں، اُن فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ

زکاۃ کی ادائیگی باقی مال میں برکت، اضافہ اور پاکیزگی کا سبب بنتی ہے۔۔سورۃ البقرۃ ۲۷۶ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات یعنی زکاۃ کو بڑھاتا ہے ﴾۔ نیز حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی بندہ زکاۃ نکالتا ہے تو فرشتے اُس کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ ﴿اے اللہ! جو شخص اللہ کے راستے میں خرچ کر رہا ہے اس کو اور زیادہ عطا فرما اور اے اللہ جس شخص نے اپنے مال کو روک کر رکھ رہا ہے (یعنی زکاۃ ادا نہیں کر رہا ہے) تو اے اللہ اس کے مال پر ہلاکت ڈال دے۔﴾ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی صدقہ کسی مال میں کمی نہیں کرتا ہے۔

زکاۃ کس پر فرض ہے؟: اُس مسلمان عاقل بالغ پر زکاۃ فرض ہے جو صاحبِ نصاب ہو۔ نصاب کا اپنی ضرورتوں سے زیادہ اور قرض سے بچا ہوا ہونا شرط ہے، نیز مال پر ایک سال گزرنا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جس کے پاس نصاب سے کم مال ہے یا مال تو نصاب کے برابر ہے لیکن وہ قرض دار بھی ہے یا مال سال بھر تک باقی نہیں رہا تو ایسے شخص پر زکاۃ فرض نہیں ہے۔

زکاۃ کا نصاب: 7.5 تولہ سونا یا 52.5 تولہ چاندی یا اُس کی قیمت کا نقد روپیہ یا زیور یا سامانِ تجارت وغیرہ جس شخص کے پاس موجود ہے اور اُس پر ایک سال گزر گیا ہے تو اُس کو صاحبِ نصاب کہا جاتا ہے۔

زکاۃ کتنی ادا کرنی ہے: اوپر ذکر کئے گئے نصاب اور اس پر ایک سال گزرنے کے بعد صرف ڈھائی فیصد (2.5%) زکاۃ ادا کرنی ضروری ہے۔

سامان تجارت میں کیا کیا داخل ہے: مال تجارت میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کو آدمی نے بیچنے کی غرض سے خریدا ہو۔ لہٰذا جو لوگ Investment کی غرض سے پلاٹ خرید لیتے ہیں اور شروع ہی سے یہ نیت ہوتی

ہے کہ جب اچھے پیسے ملیں گے تو اس کو فروخت کرکے اس سے نفع کمائیں گے تو اس پلاٹ کی مالیت پر بھی زکاۃ واجب ہے۔ لیکن پلاٹ اِس نیت سے خریدا کہ اگر موقع ہوا تو اس پر رہائش کے لئے مکان بنوالیں گے یا موقع ہوگا تو اس کو کرائے پر چڑھا دیں گے یا کبھی موقع ہوگا تو اس کو فروخت کردیں گے یعنی کوئی واضح نیت نہیں ہے بلکہ ویسے ہی خرید لیا ہے تو اس صورت میں اس پلاٹ کی قیمت پر زکاۃ واجب نہیں ہے۔

کس دن کی مالیت معتبر ہوگی؟ زکاۃ کی ادائیگی کے لئے اُس دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا جس دن آپ زکاۃ کی ادائیگی کے لئے اپنے مال کا حساب لگا رہے ہیں۔

ہر ہر روپے پر سال کا گزرنا ضروری نہیں: ایک سال مال پر گزر جائے۔ اسکا مطلب یہ نہیں کہ ہر سال ہر ہر روپے پر مستقل سال گزرے۔ یعنی گزشتہ سال رمضان میں اگر آپ ۵ لاکھ روپے کے مالک تھے، جس پر ایک سال بھی گزر گیا تھا، زکاۃ ادا کردی گئی تھی۔ اِس سال رمضان تک جو رقم آتی جاتی رہی اُس کا کوئی اعتبار نہیں، بس اِس رمضان میں دیکھ لیں کہ آپ کے پاس اب کتنی رقم ضروریات سے بچ گئی ہے اور اُس رقم پر زکاۃ ادا کردیں۔ مثلاً اِس رمضان میں ۶ لاکھ روپے آپ کے پاس ضروریات سے بچ گئے ہیں تو ۶ لاکھ کا 2.5% زکاۃ ادا کردیں۔

مستحقین زکاۃ یعنی زکاۃ کس کو ادا کریں؟

اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۶۰ میں ۸ مستحقین زکاۃ کا ذکر کیا ہے:

(۱) فقیر یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ تھوڑا مال واسباب ہے لیکن نصاب کے برابر نہیں۔ (۲) مسکین یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ (۳) جو کارکن زکاۃ وصول کرنے پر متعین ہیں۔ (۴) جن کی دلجوئی کرنا منظور ہو۔ (۵) وہ غلام جسکی

آزادی مطلوب ہو۔ (۶) قرضدار یعنی وہ شخص جس کے ذمہ لوگوں کا قرض ہو اور اُس کے پاس قرض سے بچا ہوا بقدر نصاب کوئی مال نہ ہو۔ (۷) اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا۔ (۸) مسافر جو حالت سفر میں تنگدست ہو گیا ہو۔

وضاحت: اس آیت میں اگرچہ صدقہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے مگر قرآن کریم کی دیگر آیات و نبی اکرم ﷺ کے اقوال کی روشنی میں مفسرین نے تحریر فرمایا ہے کہ یہاں صدقہ سے مراد زکاۃ ہے۔

جن لوگوں کو زکاۃ دینا جائز نہیں ہے:

۱۔ اُس شخص کو جس کے پاس ضروریاتِ اصلیہ سے زائد بقدرِ نصاب مال موجود ہے۔
۲۔ سیّد اور بنی ہاشم۔ بنی ہاشم سے حضرت حارثؓ بن عبدالمطلب، حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی اولاد مراد ہے۔ ۳۔ اپنے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کو زکاۃ دینا جائز نہیں ہے۔ ۴۔ اپنے بیٹے، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی کو زکاۃ دینا جائز نہیں ہے۔ ۵۔ شوہر اپنی بیوی کو زکاۃ نہیں دے سکتی ہے۔ ۶۔ کافر کو زکاۃ نہیں دی جاسکتی ہے۔

نوٹ: بھائی، بہن، بھتیجہ، بھتیجی، بھانجا، بھانجی، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں، ساس، سسر، داماد وغیرہ میں سے جو حاجتمند اور مستحق زکاۃ ہوں، انہیں زکاۃ دینے میں دوہرا ثواب ملتا ہے، ایک ثواب زکاۃ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ بطور تحفہ یا ہدیہ بھی اِن مذکورہ رشتہ داروں کو زکاۃ دی جاسکتی ہے۔

زکاۃ نہ نکالنے پر سخت وعید: سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۳۴۔۳۵

میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لئے بڑی سخت وعید بیان فرمائی ہے جو اپنے مال کی کما حقہ زکاۃ نہیں نکالتے۔ اُن کے لئے بڑے سخت الفاظ میں خبر دی ہے، چنانچہ فرمایا کہ جو

لوگ اپنے پاس سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اُس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ،تو (اے نبی) آپ اُن کوایک دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے ،یعنی جولوگ اپنا پیسہ، اپنا روپیہ، اپنا سونا چاندی جمع کرتے جارہے ہیں اور اُن کواللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ،اُن پر اللہ نے جوفریضہ عائد کیا ہے اُس کوادانہیں کرتے ،اُن کو یہ خبر دے دیجئے کہ ایک دردناک عذاب اُن کا انتظار کررہا ہے۔ پھر دوسری آیت میں اُس دردناک عذاب کی تفصیل ذکرفرمائی کہ یہ دردناک عذاب اُس دن ہوگا جس دن سونے اور چاندی کوآگ میں تپایا جائے گا اور پھر اُس آدمی کی پیشانی، اُس کے پہلواور اُس کی پشت کوداغا جائے گا اور اس سے یہ کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ خزانہ جوتم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، آج تم خزانے کا مزہ چکھو، جوتم اپنے لئے جمع کررہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس انجام بد سے محفوظ فرمائے ، آمین۔ ☆☆☆ ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جب مال میں زکاۃ کی رقم شامل ہوجائے یعنی پوری زکاۃ نہیں نکالی بلکہ کچھ زکاۃ نکالی اور کچھ رہ گئی تو وہ مال انسان کے لئے تباہی اور ہلاکت کا سبب ہے۔ لہذا حساب لگا کر احتیاطاً کچھ رقم زکاۃ کی ادائیگی میں زیادہ ادا کرنی چاہئے۔

زکاۃ سے متعلق چند متفرق مسائل:

☆ زکاۃ جس کودی جائے اُسے یہ بتانا کہ یہ مالِ زکاۃ ہے ضروری نہیں بلکہ کسی غریب کے بچوں کوعیدی یا کسی اور نام سے دیدینا بھی کافی ہے۔ ☆ دینی مدارس میں غریب طالب علموں کے لئے زکاۃ دینا جائز ہے۔ ☆ زکاۃ کی رقم کو مساجد، ہسپتال، یتیم خانے اورمسافرخانے کی تعمیر میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ ☆ اگرعورت بھی صاحب نصاب ہے تو اُس پر بھی زکاۃ فرض ہے البتہ اگر شوہر خود ہی عورت کی طرف سے زکاۃ کی ادائیگی اپنے مال سے کردے تو زکاۃ ادا ہوجائے گی۔

سونے یا چاندی کے زیورات پر زکاۃ

حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، اسی طرح مشہور ومعروف تابعین حضرت سعید بن جبیرؒ، حضرت عطاءؒ، حضرت مجاہدؒ، حضرت ابن سیرینؒ، امام زہریؒ، امام ثوریؒ، امام اوزاعیؒ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ قرآن وسنت کی روشنی میں عورتوں کے سونے یا چاندی کے استعمالی زیور پر وجوبِ زکاۃ کے قائل ہیں اگر وہ زیور نصاب کے مساوی یا زائد ہو اور اس پر ایک سال بھی گزر گیا ہو، جس کے مختلف دلائل پیش کئے جاتے ہیں:

(۱) قرآن وسنت کے وہ عمومی حکم جن میں سونے یا چاندی پر بغیر کسی (استعمالی یا غیر استعمالی) شرط کے زکاۃ واجب ہونے کا ذکر ہے اور ان آیات واحادیث شریفہ میں زکاۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے پر سخت ترین وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ متعدد آیات واحادیث میں یہ عموم ملتا ہے، اختصار کی وجہ سے صرف ایک آیت اور ایک حدیث پر اکتفاء کرتا ہوں: وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُوْنَهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ. يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (سورۃ التوبۃ ۳۴، ۳۵) جو لوگ سونا یا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکاۃ نہیں نکالتے) سو آپ ان کو ایک بڑے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے، جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان (سونے وچاندی) کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر ان سے لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا۔ اور یہ جتلایا جائے گا کہ یہ وہ ہے جس کو تم اپنے واسطے جمع کر کے رکھتے تھے۔ سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

جس مال کی زکاۃ ادا کردی جائے وہ کنزتم (جمع کئے ہوئے) میں داخل نہیں ہے۔ (ابوداود، مسند احمد) غرضیکہ جس سونے وچاندی کی زکاۃ ادا نہیں کی جاتی ہے، کل قیامت کے دن وہ سونا وچاندی جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مال اور سونے وچاندی کے زیورات پر زکاۃ کی ادائیگی کرنے والا بنائے تاکہ اس دردناک عذاب سے ہماری حفاظت ہو۔آمین۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَافِضَّةٍ لَایُؤَدِّیْ مِنْهَا حَقَّهَا اِلَّا اِذَا كَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَّارٍ فَاُحْمِیَ عَلَیْهَا فِی نَارِ جَهَنَّمَ فَیُكْوٰی بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِیْنُهُ وَظَهْرُهُ كُلَّمَا رُدَّتْ اُعِیْدَتْ لَهُ فِی یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰی یُقْضٰی بَیْنَ الْعِبَادِ فَیَرٰی سَبِیْلَهُ اِمَّا اِلَی الْجَنَّةِ وَاِمَّا اِلَی النَّارِ (مسلم، کتاب الزکاة، باب فیمن لا یؤدی الزکاة) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص جو سونے یا چاندی کا مالک ہو اور اس کا حق (یعنی زکاۃ) ادا نہ کرے تو کل قیامت کے دن اس سونے وچاندی کے پترے بنائے جائیں گے اور ان کو جہنم کی آگ میں ایسا تپایا جائے گا گویا کہ وہ خود آگ کے پترے ہیں۔ پھر اس سے اس شخص کا پہلو، پیشانی اور کمر داغ دی جائے گی اور قیامت کے پورے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی، بار بار اسی طرح تپا تپا کر داغے جاتے رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے لئے جنت یا جہنم کا فیصلہ ہو جائے۔ اس آیت اور حدیث میں عمومی طور پر سونے یا چاندی پر زکاۃ کی عدم ادائیگی پر دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے خواہ وہ استعمالی زیور ہوں یا تجارتی سونا وچاندی۔ قرآن میں کسی ایک جگہ بھی استعمالی زیور کا استثنی نہیں کیا گیا ہے۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کے ساتھ اسکی بیٹی تھی جو دو سونے کے بھاری کنگن پہنے ہوئے تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس عورت سے کہا کہ کیا تم اس کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ اس عورت نے کہا: نہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے کل قیامت کے دن آگ کے کنگن تمہیں پہنائے۔ تو اس عورت نے وہ دونوں کنگن اتار کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے پیش کردئے۔ (ابوداؤد، کتاب الزکاۃ، باب الکنز ما هو وزکاۃ الحلی۔ مسند احمد۔ ترمذی۔ دارقطنی) شارح مسلم امام نوویؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے ہاتھ میں چھلا دیکھ کر مجھ سے کہا کہ اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ میں نے آپ کے لئے زینت حاصل کرنے کی غرض سے بنوایا ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے کہا: کیا تم اس کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو پھر یہ تمہیں جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔ (ابوداؤد ۱/۲۴۴، دارقطنی) محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام خطابیؒ نے (معالم السنن ۳/۱۷۶) میں ذکر کیا ہے کہ غالب گمان یہ ہے کہ چھلا تنہا نصاب کو نہیں پہونچتا ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ اس چھلے کو دیگر زیورات میں شامل کیا جائے، نصاب کو پہونچنے پر زکاۃ کی ادائیگی کرنی ہوگی۔ امام سفیان ثوریؒ نے بھی یہی توجیہ ذکر کی ہے۔

(۴) حضرت اسماء بنت زیدؓ روایت کرتی ہیں کہ میں اور میری خالہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ہم نے سونے کے کنگن پہن رکھے تھے۔ تو نبی

اکرم ﷺ نے کہا: کیا تم اس کی زکاۃ ادا کرتی ہو؟ ہم نے کہا: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم ڈرتی نہیں کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے آگ کے کنگن تمہیں پہنائے؟ لہذا ان کی زکاۃ ادا کرو۔ (مسند احمد) محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ متعدد احادیث صحیحہ میں زیورات پر زکاۃ کے واجب ہونے کا ذکر ہے، یہاں طوالت سے بچنے کے لئے صرف تین احادیث ذکر کی گئی ہیں۔

استعمالی زیور میں زکاۃ واجب نہ قرار دینے والے عموماً دو دلیلیں پیش کرتے ہیں:

(۱) عقلی دلیل: اللہ تعالیٰ نے اسی مال میں زکاۃ کو واجب قرار دیا ہے جس میں بڑھوتری کی گنجائش ہو، جبکہ سونے اور چاندی کے زیورات میں بڑھوتری نہیں ہوتی ہے۔۔۔۔ حالانکہ حقیقتاً زیورات میں بھی بڑھوتری ہوتی ہے چنانچہ سونے کی قیمت کے ساتھ زیورات کی قیمت میں بھی اضافہ ہوتا ہے، آج کل تو تجارت سے زیادہ margin سونے میں موجود ہے۔ (۲) چند احادیث وآثار صحابہ: وہ سب کے سب ضعیف ہیں جیسا کہ محدثین نے دلائل کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

﴿اصولی بات﴾: جمہور علماء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی تحریر کیا ہے کہ استعمالی زیورات میں نصاب کو پہنچنے پر زکاۃ واجب ہے۔ سعودی عرب کے سابق مفتی عام شیخ عبد العزیز بن بازؒ کی بھی قرآن وسنت کی روشنی میں یہی رائے ہے کہ استعمالی زیور پر زکاۃ واجب ہے۔ یقیناً بعض علماء نے اختلاف کیا ہے لیکن اس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی سونے یا چاندی پر زکاۃ کی ادائیگی نہ کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں کسی ایک جگہ بھی استعمالی یا تجارتی سونے میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے۔ نیز استعمالی زیور کو زکاۃ سے مستثنیٰ کرنے کے لئے کوئی غیر قابل نقد وجرح حدیث احادیث کے ذخیرہ میں نہیں ملتی ہے، بلکہ بعض احادیث صحیحہ

استعمالی زیور پر زکاۃ واجب ہونے کی واضح طور پر رہنمائی کررہی ہیں۔ نیز استعمالی زیور پر زکاۃ کے واجب قرار دینے کے لئے اگر کوئی حدیث نہ بھی ہوتو قرآن کریم کے عمومی حکم کی روشنی میں ہمیں ہر طرح کے سونے وچاندی پر زکاۃ ادا کرنی چاہئے خواہ اس کا تعلق استعمال سے ہو یا نہیں، تاکہ کل قیامت کے دن رسوائی، ذلت اور دردناک عذاب سے بچ سکیں۔ نیز استعمالی زیور پر زکاۃ کے واجب قرار دینے میں غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کا فائدہ ہے تاکہ دولت چند گھروں میں نہ سمٹے بلکہ ہم اپنے معاشرہ کو اس رقم سے بہتر بنانے میں مدد حاصل کریں۔

﴿چند وضاحتیں﴾:

☆ اگر زیورات استعمال کے لئے نہیں ہیں بلکہ مستقبل میں کسی تنگ وقت میں کام آنے (مثلاً بیٹی کی شادی) کے لئے رکھے ہوئے ہیں یا سال سے زیادہ ہوگیا اور ان کا استعمال بھی نہیں ہوا تو اس صورت میں سونے کے زیورات پر زکاۃ کے واجب ہونے پر تمام علماء کرام کا اتفاق ہے، یعنی امت مسلمہ کا دوسرا مکتب فکر بھی متفق ہے۔

☆ زیورات کی زکاۃ میں زکاۃ کی ادائیگی کے وقت پرانے سونے کے بیچنے کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ یعنی آپ کے پاس جو سونا موجود ہے اگر اس کو مارکیٹ میں بیچیں تو وہ کتنے میں فروخت ہوگا اس قیمت کے اعتبار سے زکاۃ ادا کرنی ہوگی۔ ☆ Diamond پر زکاۃ واجب نہ ہونے پر امت مسلمہ متفق ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ نے اس کو قیمتی پتھروں میں شمار کیا ہے۔ ہاں اگر یہ تجارت کی غرض کے لئے ہوں تو پھر نصاب کے برابر یا زیادہ ہونے کی صورت میں زکاۃ واجب ہوگی۔ ☆ اگر کسی شخص کے پاس سونے یا چاندی کے علاوہ نقدی یا بینک بیلینس بھی ہے تو ان پر بھی زکاۃ ادا کرنی ہوگی، البتہ دو بنیادی شرطیں ہیں: ۱) نصاب کے مساوی یا زائد ہو۔ ۲) ایک سال گزر گیا ہو۔

دعا و آداب دعا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی آیات (۱۸۳۔۱۸۷) میں روزہ کے بعض احکام قدرے تفصیل سے ذکر فرمائے ہیں۔ دعا کا ماہِ رمضان سے خاص تعلق ہونے کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ماہِ رمضان کے ذکر کے عین درمیان دعا کا ذکر فرمایا ہے:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ، اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ (سورۃ البقرۃ ۱۸۶) اور (اے پیغمبر!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپ ان سے کہہ دیجئے کہ) میں اتنا قریب ہوں کہ جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں پکارنے والی کی پکار سنتا ہوں، لہذا وہ بھی میری بات دل سے قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ راہِ راست پر آجائیں۔۔۔۔ لہذا ہمیں پوری زندگی خاص کر ماہِ مبارک کی بابرکت گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ سے اپنی دنیاوی واخروی ضرورتوں کو خوب مانگنا چاہئے۔

دعا مانگنے کے چند آداب:

☆☆ سب سے پہلے اللہ کی بڑائی بیان کرنا اور نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا۔

☆☆ دعا کے وقت باوضو ہونا (اگر ممکن ہو)۔

☆☆ دونوں ہاتھ اٹھانا اور قبلہ رخ ہونا اور پوری توجہ کے ساتھ دعا کرنا۔

☆☆ رو رو کر دعائیں مانگنا یا کم از کم رونے کی صورت بنانا۔

☆☆ ہر دعا کو تین بار مانگنا۔

☆☆ آواز کو زیادہ بلند نہ کرنا (خاص طور پر، جب تنہا دعا کریں)۔

☆☆ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے سے نہ مانگنا۔

☆☆ کھانے، پینے اور پہننے میں صرف حلال رزق پر اکتفاء کرنا۔

حج مبرور

محمد نجیب سنبھلی قاسمی



حَيَّ عَلَى الصَّلَاة



محمد نجیب سنبھلی قاسمی

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے (سورۃ النحل ۱۲۵)

اصلاحی مضامین



محمد نجیب سنبھلی قاسمی

Haj Presentation
by
Mohammad Najeeb Qasmi

www.najeebqasmi.com